

غالبؔ کے ڈرامے

جنہیں شوکت تھانویؔ نے لکھا



غالب کے ڈرامے

جنہیں

شوکت تھانوی نے لکھا

ادارہ فروغ اردو لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 045389
MAILSI

باجازت ریڈیو پاکستان

89143

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

بارِ اوّل قیمت ۲۵/۵

کتاب خانہ سردار جھنڈیر
میلسی (ضلع وھاڑی)
نمبر شمار : ....
کتاب نمبر : ....

محمد طفیل پرنٹر و پبلشر نے نقوش پریس اردو بازار لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔

عذرِ گناہ

غالب کے ڈرامے؟ ۔ عجیب انکشاف ہے ۔ غالب کو ڈرامے سے بھلا کیا تعلق ۔ ڈرامے لکھنا تو در کنار غالب غریب نے تو شاید کبھی کوئی ڈرامہ دیکھا بھی نہ ہو گا ۔ مگر یہاں ایک نہیں ان کے درجنوں ڈرامے موجود ہیں ۔ یہ آخر کیا قصہ ہے؟

مگر وہ جو مرزا کی تحمل حسین خاں والی غزل ہے اس میں خود انہوں نے فرمایا ہے کہ ؎

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کیلئے

معلوم ہوا کہ مرزا بیچارے غزل کی کوتاہیٔ داماں سے مجبور تھے ورنہ کیا عجب تھا کہ تمثیل نگاری کا وہ بھی شوق پورا فرما لیتے جواب ان کے کلام میں تمثیلی اشارات کی صورت میں پایا جاتا ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ اشارے کسی اور کو نہ سوجھے ہوں ان کی سوجھ بوجھ کے لئے ایک خاص قسم کے زاویہ کی کھوپڑی کا ہونا ضروری ہے

جو اتفاق سے راقم کے حصّہ میں آ گئی ہے۔ میں نے مرزا کے اشعار سے مختلف تمثیلی موضوع نچوڑنے کی ایک کوشش کی ہے جو اس مجموعے کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مرزا کے زیرِ بحث اشعار کا صحیح نچوڑ وہی ہے جو میرے ہاتھ آیا ہے۔ مگر اسی بہانے چند تمثیلچوں کا مل جانا ہی کیا کم ہے۔ اور ان تمثیلچوں کی طرف اگر غالب کے نام کی آڑ لیکر میں لوگوں کو چونکا کہ متوجہ کر سکوں تو آخر اس بہانہ سے فائدہ کیوں نہ اُٹھاؤں۔ غالب کے بے شمار اشعار میں اس قسم کے موضوع موجود ہیں بلکہ غالب ہی پر کیا منحصر ہے ہر شاعر کا ہر شعر کوئی نہ کوئی پلاٹ تو رکھتا ہی ہے مگر بیچارے غالب کو جہاں اور لوگوں نے تختۂ مشق بنایا ہے وہاں ایک میں بھی سہی۔ زیادہ سے زیادہ یہی تو ہو گا کہ قیامت کے دن ان کا ہاتھ اور میرا گریبان ہو گا اور میں کہوں گا کہ مرزا صاحب آپ کے شارحین سے زیادہ تو میرا جُرم نہیں اور غالباً اسی ایک بات پر مرزا صاحب معاف فرما دیں گے۔

شوکت تھانوی

اپنی ننھی سی بچی

شوکیہ

کے نام، جس کو میں غالب کے اشعار کی

طرح مرغوب، مگر غور طلب سمجھتا ہوں،

شوکت

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دِل

اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(نجمہ ستار بجا رہی ہے کہ طلعت غصہ میں کمرے

میں داخل ہوتی ہے)

طلعت :- نجمہ آپا۔ یہ دیکھئے پھر ان حضرت نے خط بھیجا ہے ــــــــ توبہ ہے جی چاہتا ہے کہ آپ کے اس ستار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ یہاں تن بدن میں آگ لگ رہی ہے اور وہ ہیں کہ بس ٹُن ٹُن ٹُن۔"

(نجمہ ستار بند کر دیتی ہے)

نجمہ :- لو بند کر دیا ستار۔ خفا نہ ہو۔ تمہاری تو وہی مثل ہے کہ دھوبی سے بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھے۔"

طلعت :- میں پوچھتی ہوں کہ یہ بار بار کیوں مجھ کو خط پر خط لکھ رہے ہیں۔ ڈاک ہی

بٹھا رکھی ہے جیسے۔ ایک بار کہدیا کہ میں نہیں جاؤں گی۔ یہ بھی کوئی زبردستی ہے کہ جی چاہے یا نہ جی چاہے مگر شریک ضرور ہو ان کی پارٹی میں۔"

نجمہ "اب کی کیا لکھا ہے خط میں؟"

طلعت "سنیئے۔ فرماتے ہیں۔ روٹھی ہوئی طلّو۔ میں پوچھتی ہوں یہ مجھ کو طلّو لکھنے والے کون ہوتے ہیں۔ ہزار مرتبہ منع کیا کہ اپنا یہ دُلار رہنے دیجئے۔ اس بے تکلفی سے بخشیئے مجھ کو۔ مگر ضد ہے جیسے۔ نفرت ہی تو ہوتی ہے مجھ کو ان کے دانت دیکھ کر۔ اور پھر قہقہہ اس بدتمیزی سے لگاتے ہیں کہ اختلاج ہونے لگے آدمی کو۔"

نجمہ "اچھا تم خط تو سناؤ پھر غصّہ بعد میں کر لینا اکٹھا۔"

طلعت "نہیں میں کہتی ہوں اس بدتمیزی کے معنی کیا ہیں آخر۔ سنیئے لکھتے ہیں۔ روٹھی ہوئی طلّو۔ اگر واقعی تم نہ آئیں تو پارٹی میں کوئی لطف باقی نہ رہے گا۔ اور میں ایک ایک کو آخر کیا بتاؤنگا کہ تم کیوں نہیں آئیں لہذا میں التجا کرتا ہوں کہ بس اب خفگی کو تھوک دو۔ سُن لیا آپ نے یہ خفگی کو تھوک دو والا بازاری محاورہ۔ سچ مچ وہی مثل کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔"

نجمہ "بات یہ ہے کہ تم ان سے اس قدر خفا ہو کہ ان کی ہر بات تم کو بری معلوم ہوتی ہے۔"

طلعت "جب میں ان سے خفا نہیں تھی مجھ کو ان کی ہر ادا پہ متلی اس وقت بھی آتی

تھی۔ ریڈیو بج رہا ہے تو گھٹنے پر طبلہ بجا رہے ہیں۔ پان کھا رہے ہیں تو بار بار ہونٹ بڑھا بڑھا کر دیکھتے ہیں کہ لال ہوئے کہ نہیں۔ بات کریں گے تو اتنی اُونچی آواز میں کہ آدمی کی یکسوئی پاش پاش ہو جائے۔"

نجمہ:۔ "دیکھو نا تم ان سے بیزار ہو کر ان کے یہاں سے چلی آئی ہو کیا صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اب کبھی کبھی جانے میں کیا ہرج ہے۔"

طلعت:۔ "آپا آپ نہیں جانتیں۔ یہ پارٹی اسی کا بہانہ ہے کہ میں اپنا عہد توڑ کر ان کے یہاں کسی طرح چلی جاؤں۔ اور میں طے کر چکی ہوں کہ اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے مگر میں ہرگز ان کے یہاں نہ جاؤں گی۔"

نجمہ:۔ "خیر یہ تو نہ کہو۔ آج ہی اگر خالو جان آجائیں تو تم کو جانا ہی پڑے ظاہر ہے کہ وہ وہیں ٹھہریں گے اور چونکہ ان کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ تم ان کے یہاں سے میرے پاس چلی آئی ہو لہٰذا وہ یقیناً اس فکر میں ہوں گے کہ اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ وہ آنے والے ہی ہوں۔"

طلعت:۔ "آپ دیکھ لیجئے گا کہ اگر دفتی ابّا جان آجائیں تو بھی میں اُس گھر میں تو ہرگز نہ جاؤں گی اور شکیل کے متعلق صاف کہدوں گی کہ آپکے یہ بھتیجے صاحب میرے لئے ناقابلِ برداشت ہیں۔ توبہ توبہ شکیل کی ایک ایک بات یاد کر کے جی ملانے لگتا ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے اس پارٹی میں کیا ہو گا۔ بدتمیزی کے ساتھ قہقہے بلند ہوں گے۔ شڑپ شڑپ کر کے چمچہ سے"

چائے پئیں گے۔ اپنے لطیفے سُنا سُنا کر خود ہی ہنسیں گے۔ اور جھوٹ ایسے ایسے بولیں گے کہ سننے والا شرما جائے اور آنکھوں میں وہ چھچھورا پن ہو گا کہ جس کی طرف نگاہ اُٹھا دیں اس کی شرافت ڈگمگا جائے۔"

نجمہ "غلطی اصل میں چچی جان کی ہے جو بار بار صاحبزادے کے دماغ میں یہ بات ڈال چکی ہیں کہ طلعت ہی سے تمہاری شادی ہو جائے گی۔"

طلعت "اب بتایئے کہ اس خوش فہمی کی اوٹ میں جو حماقتیں وہ حضرت کرتے ہیں ان کو میں کسی کو کیا سمجھا سکتی ہوں سوائے اس کے کہ میں ان حضرت سے دُور دُور رہوں۔ آپا میں سچ کہتی ہوں کہ وہ ایسی گھٹیا باتیں کرتے ہیں کہ بس جی جل بھن کر کباب ہو جاتا ہے۔ میں چپ رہوں تو وہ فلمی گانا گانے لگیں گے کہ 'چپ چپ کھڑے ہیں ضرور کوئی بات ہے'، کوئی جلی بھنی بات کہہ دوں تو بیہودگی سے مسکرا کے مصرعہ پڑھ دیں گے کہ۔ ع۔

خو مجھ کو دعا کی انہیں دشنام کی عادت"

نجمہ "اچھا تم اس خط کا جواب تو دے دو آدمی انتظار میں کھڑا ہو گا۔"

طلعت "جی میں اس کو دفعان کر چکی ہوں اور میں نے صرف یہ لکھ بھیجا ہے کہ میں حاضری سے معذور ہوں طبیعت ٹھیک نہیں۔"

نجمہ "لو مبارک ہو۔ وہ پھر آ رہا ہے لفافہ۔"

طلعت "لائیے ادھر لاؤ۔ جی ہاں۔ ان ہی کا ہے۔ بس اب جی چاہتا ہے کہ اس

خط لانے والے ملازم کو پکڑ کر ٹانگر کے ساتھ باندھ دوں۔"

نجمہ "پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے۔"

طلعت " (لفافہ کھولتے ہوئے) لکھا کیا ہوگا۔ پھر وہی پارٹی کی شرکت پر اصرار ہوگا۔ لیجئے سنیئے۔ طلو۔ تمہارا خط پڑھ کر معلوم ہوا کہ تم ناسازئی طبع کا بہانہ کر کے آنا نہیں چاہتیں۔ مگر میری خوش قسمتی سے ایک واقعہ ایسا ہو گیا ہے کہ تم کو آنا ہی پڑے گا۔ تم نے اپنے نتیجے کی جو تفصیل یونیورسٹی سے منگائی تھی وہ اسی پتہ پر آگئی ہے —— ہائے اللہ یہ تو بہت برا ہوا۔"

نجمہ "تو کیا تم نے اسی پتہ پر اپنا رزلٹ منگایا تھا۔"

طلعت "جب میں نے منگایا تھا اس وقت تو پتہ ہی وہ تھا۔ مگر شکیل یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس لالچ میں دوڑی ہوئی جاؤں گی۔ ہرگز نہیں۔ کبھی جو میں جاؤں۔ آج نہ سہی کل اپنے نمبر مجھ کو معلوم ہو جائیں گے۔ میں ان کو لکھے دیتی ہوں کہ رزلٹ کی دوسری کاپی میں نے یہاں منگوالی ہے۔"

نجمہ "تو آخر ایسی بھی کونسی قسم ہے نہ جانے کی۔"

طلعت " آپا آپ کو میں کیسے بتاؤں کہ میں اس شخص کی کوئی بات ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی جب کبھی ان سے چند منٹ گفتگو کی ہے کم سے کم ایک ہفتہ کیلئے دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ میں کیا کروں میرا تو

جلیبیے جی متلاتا ہے اس شخص کی باتوں سے ۔"

نجمہ :۔ "بڑی ضدی ہو تم بھی۔ یہ تو مجھ کو خود معلوم ہے کہ شکیل واقعی گھٹیا قسم کی باتیں کرتا ہے اور اپنے متعلق عجیب عجیب غلط فہمیوں میں مبتلا ہے مگر ــــــــ"

طلعت :۔ "مگر کیا آپا۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں ان حضرت کی اداؤں کا۔ گفتگو میں بازاری شعر وہ پڑھتے ہیں۔ پہلوانی کا شوق آپ کو ہے۔ سوٹے پھینکہ ہبڑ ہبڑ گنا آپ چوستے ہیں اور پھر صحبت اتنی پاکیزہ ہے کہ میں کیا کہوں کبھی کسی تنبولی کی دکان پر رونق افروز ہیں تو کبھی بازار میں بیٹھے سر پر تیل کی مالش کرا رہے ہیں یا کان کا میل نکلوا رہے ہیں۔ جی چاہا تو وہیں دہی بڑے کھانے لگے۔

نجمہ :۔ (ہنس کر) تو میں پوچھتی ہوں کہ پھر تم سے کیا مطلب جو کچھ اس کا جی چاہے کرے ۔"

طلعت :۔ میری بلا کو مطلب ہو مگر مصیبت تو یہی ہے اور جان اسی پر تو جلتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی ان ہی باتوں سے مجھ کو بھی دلچسپی ہو۔ کہیں اتفاق سے جناب کو یہ معلوم ہو گیا کہ مجھ کو افسانہ نگاری کا شوق ہے آپنے بھی لکھنا شروع کر دیئے افسانے چنانچہ پہلے افسانے کا نام تھا مکار حسینہ ۔"

نجمہ :۔ (ہنستے ہوئے) سچ مچ۔ کیا واقعی مکار حسینہ ہی نام تھا یا یہ بھی تمہار

افسانہ ہے۔"

طلعت:۔ "آپا سچ مچ اس افسانے کا نام مکار حسینہ تھا اور اس کو سنکر ہی ایک مہینہ تک کوئی افسانہ لکھنے کے قابل نہ رہی معلوم ہوتا ہے اس شخص نے اپنے مطالعہ کو اسی قسم کی بازاری کتابوں تک محدود رکھا ہے۔ پھر مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ آپ اپنے شعر مجھ کو سناتے ہیں جس میں وہی سرمہ مسّی اور گلوریوں کے مضمون باندھے جاتے ہیں۔"

نجمہ:۔ "تو وہ بیچارہ اور کیسے شعر کہہ سکتا ہے اس کا ماحول ہی ایسا ہے جس کے کانوں میں منّت کی بالی پڑی ہو اور جو ہاتھوں میں کبھی کبھی مہندی بھی رچا لیتا ہو اس سے اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر ان باتوں سے تو دلچسپی لینا چاہیئے تم کو۔"

طلعت:۔ "آپا یہی تو قیامت ہو گئی کہ شروع شروع میں ان مرزا پھوپا کی ان باتوں سے میں نے دلچسپی لینا شروع کر دی اور ان لطائف سے مجھ کو تفریح جو ہونے لگی تو اس عقل کے دشمن نے اس کو نہ جانے کیا سمجھ لیا اور پھر جو ہوا ہے یہ شخص تو سچ مچ اپنے سے بیزار کر کے چھوڑا۔"

نجمہ:۔ "خیر یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ کسی تمیزدار آدمی کو شکیل سے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو سکتی مگر۔"

باپ:۔ "ارے بھئی میں آسکتا ہوں۔"

طلعت "ابا جان آ گئے"

نجمہ "تشریف لائیے خالو جان تسلیم"

باپ "جیتی رہو۔ اے بھئی طلعت تم کو تو میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا"

نجمہ "اور سامان کہاں ہے خالو جان"

باپ "سامان جہاں ہونا چاہیئے تھا وہاں ہے۔ جمیل میاں کی موجودگی میں کسی اور کے یہاں میں کیونکر قیام کر سکتا ہوں۔ بلکہ مجھ کو تو شکیل سے یہ سنکر عجیب حیرت ہوئی کہ طلعت وہاں سے چلی آئیں"

طلعت "ابا جان۔ یہ بات نہیں تھی بلکہ"

باپ "بلکہ وغیرہ کچھ نہیں۔ میں نے اس بات کو نظرِ پسندیدگی نہیں دیکھا۔ نجمہ میری عزیزہ ہے میری بچی ہے مجھ کو بے حد عزیز ہے مگر میرا اصول یہ ہے کہ اپنے تمام اعزہ کے کچھ حدود مقرر کر رکھے ہیں میں نے اگر اس شہر میں میرا حقیقی بھائی جمیل نہ ہوتا تو بیشک تم کو نجمہ کے یہاں رہنے کا حق تھا۔ مگر صورت حال چونکہ یہ نہیں ہے لہذا تم یہاں رہنے میں حق بجانب نہیں ہو"

طلعت "ابا جان میں آپ کو تفصیل سے سمجھاؤں گی کہ میرا یہاں رہنا تعلیم کیلئے کتنا مناسب ہے"

باپ "غالباً تم کو یہ نہیں معلوم کہ میں حقوق العباد کے مقابلہ میں تعلیم کو ضروری

نہیں سمجھتا۔ وہ تعلیم جو اپنوں کو بیگانہ بنا دے میرے نزدیک اگر حاصل ہی نہ کی جائے تو اچھا ہے۔"

نجمہ:۔ "خالو جان یہ بات نہیں ہے طلعت آپ سے صاف نہیں کہہ رہی ہیں۔ دراصل ان کو شکیل سے کچھ شکائتیں ہیں اور یہ شکیل کے ساتھ رہ کر پڑھ نہیں سکتیں۔"

باپ:۔ "شکیل۔ یعنی ان کا برادر عم زاد۔ جس کی یہ بنت عم ہیں میں جانتا ہوں کہ نہایت پاکیزہ اطوار کا نوجوان ہے۔ جس کی سادہ لوحی حماقت کی سرحدوں سے ملتی ہے اور جس کو باوجود لڑکا ہونے کے لڑکیوں کی طرح پالا گیا ہے۔ اُس شرمیلے لڑکے سے ان کو اگر شکائتیں ہیں تو وہ باطل۔ دوسرے میں ان کو اتنی آزادی یقیناً نہیں دے سکتا کہ یہ کوئی ایسا خود مختارانہ اقدام کریں جس سے ہم دونوں بھائیوں کے درمیان کوئی خلیج حائل ہو سکے۔ بچے آپس میں لڑا ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اولادِ نرینہ سے محروم رکھا ورنہ اس کا بھی امکان تھا کہ یہ اپنے حقیقی بھائی سے لڑتیں اور اُس صورت میں چونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ یہ میرا گھر چھوڑ دیتیں لہذا یہ اپنے چچا کا گھر بدرجۂ اولیٰ نہیں چھوڑ سکتیں۔"

طلعت:۔ "ابا جان میں آپ سے کیونکہ کہوں کہ شکیل بھائی کی باتوں کا اثر میری صحت تک پر پڑتا ہے۔"

باپ:۔ "خوشگوار اثر پڑتا ہے تو سبحان اللہ اور ناگوار اثر پڑتا ہے تو یہ نازک

مزاجی میرے نزدیک ناکتخدا لڑکیوں کے لئے مناسب نہیں ہو سکتی اور یہ۔ یہ۔ یہ برخوردار شکیل کہاں رہ گئے۔ میرے ساتھ آئے اور یہاں غائب ہو گئے۔ اے میاں شکیل "

شکیل "میں حاضر ہوں چچا ابّو۔ میں باہر ہی آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ بات یہ ہے کہ پارٹی کی وجہ سے مجھے ذرا جلدی ہے نا۔"

باپ "میں اس کا لحاظ بذاتِ خود کر رہا ہوں مگر میں نے سنا ہے کہ طلعت کو تم سے کچھ شکایات ہیں۔ اب چونکہ تم دونوں کی عمر سنجیدگی کی اس منزل پر پہنچ چکی ہے جہاں یہ طفلانہ لڑائیاں زیب نہیں دیتیں لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ یہ شکایت میں کبھی نہ سنوں گا۔"

شکیل "چچا ابّو۔ میں نے تو ان کو آج کی پارٹی تک میں بلایا تھا۔ خوشامد کی، التجائیں کیں اور یہاں تک لکھا کہ ؎

سبزہ ہے مے ہے دامنِ ابرِ بہار ہے
سب کچھ ہے اب تو صرف ترا انتظار ہے "

باپ "مہمل۔ واہیات۔ تم کو غالباً یہ بھی نہیں معلوم کہ ہر شعر ہر ایک کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ شعر کوئی بھائی اپنی بہن کو نہیں لکھ سکتا۔"

طلعت "ایسے ایسے ہزاروں شعر مجھ کو سننا پڑتے ہیں۔"

باپ "مگر اس حماقت کے ذمہ دار یہ بیچارے نہیں ہیں بلکہ ان کی فطری

سادہ لوحی ہے جس کی سرحد حماقت سے جلتی ہے کہ میں کہہ چکا ہوں ملتی ہے اور اس

سادہ لوحی سے بہم ہو کہ تمہارا اپنے چچا کے گھر کو چھوڑ دینا حق بجانب

نہیں کہا جا سکتا۔ تم اٹھو تم کو میرے ساتھ چلنا ہے ابھی مع سامان کے۔"

نجمہ "تو خالو جان آپ بھی ٹھہریئے تا شام کو تشریف لے جائیے گا"

باپ " یہ غلط ہے حقوق العباد کا معاملہ یہاں بھی آجاتا ہے۔ میں آؤنگا ضرور

مگر میاں جمیل سے پوچھ کر کل کسی وقت، طلعت تم اٹھو میں لے کہا گیا

رہی ہو"

طلعت " اٹھ رہی ہوں ابا جان "

شکیل " (چپکے سے) میں اللہ جانتا ہے یہی شعر پڑھ رہا تھا تم کو بلاتے وقت

کہ ؎

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل

اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

باپ " ایں! کیا بات ہے۔ غالباً بہن سے معذرت خواہ ہو رہے ہو"

طلعت " جی نہیں بلکہ مجھ کو شعر سنا رہے ہیں کہ ؎

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل

اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

باپ " سبحان اللہ کیا کہا ہے مرزا غالبؔ نے۔ مگر صاحبزادے مرزا غالب کے بھی

تمام اشعار سب ہی کو نہیں سنائے جا سکتے تم کو چاہیئے کہ اپنے حافظ

میں محفوظ اشعار کا بٹوارہ کر لو کہ کس قسم کے اشعار کس قسم کے لوگوں کو سنائے جا سکتے ہیں اور کن اشعار کا مخاطب صحیح کون ہو سکتا ہے ۔"

طلعت ۔" میں تو اس کو غنیمت سمجھتی ہوں کہ آج ان کی زبان سے مرزا غالب کا شعر تو سنا ۔"

باپ ۔" ہاں مگر کاش یہ شعر انھوں نے تم کو نہ سنایا ہوتا ۔ ہر چند کہ تم پر میرے آ جانے کی وجہ سے کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ان کی پارٹی میں بن آئے نہیں بن پڑتی مگر پھر بھی یہ شعر تمہارے متعلق نہیں ہو سکتا ۔ مگر کتنی سچی بات ثابت ہوئی ہے اور کیا کہا ہے مرزا غالب نے ۔"

قہقہہ ۔ فیڈ آوٹ

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

(خالد باہر سے آواز دیتا ہے)

خالد۔ "اجی بیں آجاؤں؟ کوئی ہے تو نہیں"

ناہید۔ "ایک منٹ ٹھہرنا ذرا ــــ آجاؤ وہ نکل گئیں اُدھر ــــ"

خالد۔ "(آتے ہوئے) کون تھا؟"

ناہید۔ "طاہرہ بہن تھیں"

خالد۔ "ناہید مجھے تم سے آج ایک خاص مشورہ لینا ہے۔ کاش تم ہی کچھ سمجھ سمجھا دو۔ میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے"

ناہید۔ "بات کیا ہے آخر"

خالد۔ "پوچھنا یہ تھا کہ موت تو بہر حال برحق ہے۔ مگر خودکشی کرنا اچھا رہے گا

یا خون کر کے پھانسی پاتا۔"

ناہید۔" اوئی! یہ آخر کیا کہہ رہے ہو۔ آئے وہاں سے ایک نیا چونچلہ لیکر۔"

خالد۔" چونچلے کی بات نہیں ہے۔ میں اب یہ طے کر چکا ہوں کہ اگر تم نے خودکشی سے روکا تو ایک آدھ کی جان لیکر پھانسی پر چڑھ جاؤنگا۔ مگر اب ان پڑوسیوں کے یہ مظالم مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتے۔ میں لکھنے پڑھنے والا آدمی۔ مجھ کو ضرورت ہے تنہائی اور یکسوئی کی اور یہاں یہ عالم ہے کہ گھر کے باہر نکلو تو وہ کمبخت عزیز مرزا جان کا گاہک بنا تاک لگائے بیٹھا رہتا ہے گویا میں ان کے والد محترم کا خانہ زاد ہی تو ہوں کہ ان سے بے سر و پا سیاسی بحثوں میں الجھا پھروں۔ خیر سے آپ جس قدر جاہل ہیں اسی قدر جھکی بھی ہیں۔ قابلیت کا عالم یہ کہ اخبار میں ہز ایکسیلنسی کو۔ ہز ایکیسلی پڑھتے ہیں اور شوق ہے عالمگیر سیاست پر بحث فرمانے کا۔ ان حضرت سے چھپ کر گھر میں کام کروں تو کیسے کروں۔ یہاں آپ کی شاہین بہن اور بلا سے بے ورماں کیا نام ہے ان کا طاہرہ بہن ہر وقت دھری رہتی ہیں۔"

ناہید۔" طاہرہ بہن کو تو آج میں نے خود بلا لیا تھا کہ ذرا اُس سویٹر کے خانے مجھ کو سمجھا دیں جو انھوں نے اپنے بھائی کے لئے بُنا ہے۔"

خالد۔" بس آپ سویٹر کے خانے سمجھئے اور میرے دماغ کے ہر خانے میں خودکشی یا خون کرنے کے ارادے پرورش پاتے رہیں۔ دیکھ لینا کسی دن کچھ کر

گذروں گا۔"

ناہید۔" کیا ہو گیا ہے۔ محلہ پڑوس کے لوگوں سے کوئی کیونکر نہ ملے۔ آدمی ایسا ہی آدم بیزار بن کر بیٹھ رہے تو دکھ درد میں بھی کوئی کسی کا شریک نہ ہو اس پردیس میں ہمارا اور ہے ہی کون "؟

خالد۔" آج چوتھا دن ہے اس نامراد افسانے کے لئے بیٹھا ہوں جہاں دو سطریں لکھیں کوئی نہ کوئی آمرا۔ اب میں پبلشر کو کیونکہ سمجھاؤں کہ مجھ کو ملنے والے ہیں میرے پڑوسی۔ باہر بیٹھ کر کچھ لکھنا تو خیر ممکن ہی نہیں ہے نہ عزیزہ مرزا کو سانپ سونگھے گا نہ ہم باہر بیٹھ سکیں گے۔ گھر کے اندر جناب اس قدر مرنجاں مرنج واقع ہوئی ہیں کہ جب دیکھئے محفل گرم ہے غرضی جو کسی نے کہا ہے کہ۔ ع۔

گذر گاہِ حوادث ہے ہمارا آشیاں گویا ہے"

ناہید۔" اچھا اب تم اطمینان سے بیٹھ کر لکھو اس وقت کوئی نہ آئے گا۔"

خالد۔" اور اگر اس وقت کوئی آیا تو دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔"

(کھڑکی پر دستک)

ناہید۔" آ رہی ہوں طاہرہ بہن آ رہی ہوں (خالد سے مخاطب ہو کر) میں ان ہی کی طرف جاتی ہوں تم بیٹھ کر اطمینان سے لکھو۔"

خالد۔" پوچھو تو سہی کہ آخر بات کیا ہے۔ کیوں کھڑکی بجائی جا رہی ہے۔"

ناہید۔" ہو گی کوئی بات تم سے کیا مطلب تم لکھو۔ میں جا تو رہی ہوں۔"
خالد۔" پہلے تم پوچھ کر مجھے بتاؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تماشہ کیا بنا رکھا ہے آخر۔ جاؤ پوچھو نا۔"
ناہید۔" اچھا اچھا خدا کے لئے چیخو تو نہیں۔ وہ بھی کہیں گی کہ کیوں چیخ رہے ہیں۔" (جاتی ہے)
خالد۔" (زیر لب) کیوں چیخ رہے ہیں۔ مذاق ہی بنا رکھا ہے۔ گھر نہ ہوا سرائے ہو گئی۔ بازار ہو گیا۔ (بلند آواز سے) کیا بات ہے۔"
ناہید۔" (آتے ہوئے) توبہ ہے کچھ بھی نہیں پوچھ رہی تھیں کہ یہ مہینہ تقیس کا ہے کہ اکتیس کا۔"
خالد۔" تو یہ صندوقچہ میں سے کیا جنتری لیکر آپ جا رہی ہیں۔"
ناہید۔" ابھی بتاتی ہوں آکر بس تم چپ رہو۔"
خالد۔" (زیر لب) چپ رہو۔ یہ سب چپ رہنے ہی کا نتیجہ ہے کہ گھر کو بھٹیار خانہ بنا کر رکھ دیا ہے (بلند آواز سے) ارے صاحب اب اُدھر کہاں جا رہی ہیں بات سنیئے میری۔"
ناہید۔" (آتے ہوئے) آج تو سچ مچ نہ جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"
خالد۔" کیوں آئی تھیں آپ کی ہمسائی۔ اور کیا دے کر آئی ہیں آپ صندوقچہ میں سے۔"

ناہید:۔ بیس روپے کی ضرورت تھی ان کو۔ پہلی تاریخ کو دے دیں گی۔ اتنا چیخے کہ وہ بھی پوچھ رہی تھیں کہ بھائی جان کو آج کیوں غصہ آ رہا ہے۔"

خالد:۔ آج بیس روپے کی ضرورت ہے۔ کل سلائی کی مشین چاہیئے۔ پرسوں آم کا اچار پوچھا ہے۔ کبھی جوتے کی پالش مانگی جا رہی ہے تو کبھی بجلی کی استری درکار ہے۔ ناس مار کے رکھ دیا کمبخت استری کا۔ جلا کر رکھ دیا۔"

ناہید:۔ ان کی جان ہی بچ گئی۔ ایسا شاک لگا تھا کہ میں تو سمجھی کہ چلیں۔ اچھا خیر اب تم لکھو۔"

خالد:۔ یہ قرض کے جو لین دین آپ نے شروع کر رکھے ہیں ان کا کسی دن بہت تلخ تجربہ بھگتنا پڑیگا۔"

ناہید:۔ محلہ پڑوس میں ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ خیر تم اپنا کام کرو۔"

(دروازے پر دستک)

چودھری:۔ خالد صاحب۔ جناب خالد صاحب۔"

خالد:۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔"

ناہید:۔ چودھری صاحب کی آواز ہے۔ بلا لو نا اندر ان سے پردہ تھوڑی ہوتا ہے ممکن ہے ممتاز بہن بھی ساتھ آئی ہوں۔"

خالد:۔ (مری ہوئی آواز میں) تشریف لے آئیے۔"

چودھری:۔ (آتے ہوئے) اخاہ۔ آج آخر پکڑے ہی گئے نا۔ یہ کہہ رہی تھیں تمہاری

بھابی کہ وہ تو آنے سے رہے چلو ہم ہی چلیں۔"

ممتاز: اس قدر بے مروت ہیں آپ خالد بھائی کہ ایک محلہ۔ گھر سے ملا ہوا گھر۔ اور مہینوں نہ خود آتے ہیں نہ یہی توفیق ہوتی ہے کہ ہم ہی کو بلا لیں۔"

چودھری: "بھئی خوب کہا خوب کہا۔ وہ جو شعر ہے کسی شاعر کا کہ ؎

خود وہ آتے بھی نہیں ہم کو بلاتے بھی نہیں
باعث ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں"

ممتاز: "اور یہ ناہید بہن تو جیسے ایک محلہ میں کیا اس شہر ہی میں نہیں رہتیں۔"

ناہید: "کیا بتاؤں ممتاز بہن گھر کے جھگڑے فرصت ہی نہیں دیتے۔"

ممتاز: "چلو ہٹو۔ سخت بے مروت ہو۔"

چودھری: "یہ کیا لکھا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی کوئی لکھنے کا وقت ہے۔ سہ پہر کو تمام دنیا تفریح کو نکلتی ہے اور آپ ہیں کہ اس وقت یہ بکھیڑا پھیلائے بیٹھے ہیں۔"

ممتاز: "جب ہی تو دکھائی نہیں دیتے۔ عید کا چاند ہو کر رہ گئے ہیں۔"

خالد: "جی نہیں بلکہ چاند ماری۔"

چودھری: "چاند ماری؟ وہ کیونکر۔ ارے بھئی وہ کیونکر۔"

خالد: "آج چوتھا روز ہے اس افسانے کو شروع کئے ہوئے۔ نہ جانے کس ساعت سے

شروع کیا تھا کہ جب لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ افسانہ کھٹائی میں پڑ کر رہ جاتا ہے۔"

چودھری :"کمال ہے بھئی - مجھ کو خیر افسانے وغیرہ کا تو تجربہ نہیں مگر والد صاحب کو کچھ لکھنے کا شوق تھا اور وہ تو ایک ایک دن میں ایک ایک ناول لکھ لیا کرتے تھے - وہ جو ان کا ناول ہے تیر نظر یا خونخوار حسینہ یہ سب بس ایک ایک دو دو دن کے لکھے ہوئے ہیں - میری تو سمجھ میں آج تک نہیں آیا کہ ان کے دماغ میں پورے پورے ناول کیسے آجایا کرتے تھے۔"

ممتاز :"شاعری بھی تو کرتے تھے ابا جان شاید۔"

چودھری :"اس کا بھی یہ حال تھا کہ ہارمونیم لیکر بیٹھ گئے اور ایک سے ایک حقانی غزل کہہ ڈالی یہ ان ہی کا شعر ہے - وہ کیا تھا جو میں کل گنگنا رہا تھا ہاں کہتے ہیں ؎

منہ پھیر لیا ناز سے شرما کے کسی نے
دل تھام لیا تیر نظر کھا کے کسی نے

ممتاز :"تو کیا خالد بھائی آپ جو یہ لکھتے ہیں تو اس کو چھپوا کر بیچتے بھی ہیں۔"

خالد :"چھوڑیئے بھائی اس قصہ کو - اور کچھ فرمائیے - کہئے آپ کی بھینس کا کیا حال ہے۔"

چودھری :"بھئی وہ تو اب بالکل ٹھیک ہو گئی ماشاءاللہ خوب دودھ دے رہی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو آدمی ہم نے پہلے رکھا تھا یہ سب اُس کا قصور تھا۔"

ممتاز:۔ "چور تھا وہ کمبخت اس کے جاتے ہی اچھا خاصہ دودھ دینے لگی"

چودھری:۔ "بھئی اس وقت یوں تو ہم دونوں خیر ملنے ہی آئے تھے۔ بہت دن سے دیکھا نہیں تھا تم کو۔ مگر ایک بات اور بھی کہنا تھی۔ بات یہ ہے کہ میرا اِرادہ ہو رہا ہے ایک باقاعدہ ڈیری فارم کھولنے کا۔"

خالد:۔ "ڈیری فارم؟ یعنی اب دودھ کا کاروبار کریں گے آپ؟"

چودھری:۔ "وجہ یہ ہے کہ بڑا فائدہ ہے اس کام میں۔ میں نے سوچا ہے کہ اگر تین چار دوست مل کر دو دو ہزار روپیہ لگا کر فی الحال ابتداء کریں تو انشاء اللہ بعد میں یہی چھوٹا سا کام اعلیٰ پیمانے پر پہنچ سکتا ہے۔ ایک حصّہ دار تو ہوا میں۔ ایک میں نے مرزا صاحب کو تیار کر لیا ہے۔ پھر خیال آیا کہ ایک حصّہ تم بھی لے لو۔"

خالد:۔ "میں؟ —— مگر ذرا خیال تو کیجئے میں قلم کا مزدور۔ لکھنے پڑھنے والا آدمی۔"

چودھری:۔ "میاں تو کون تم سے کہتا ہے کہ تم بھینسوں کا چارہ سانی کر دیا کرو یا دودھ دوھو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنا ایک کاروبار یہ بھی چلتا رہے۔ دوسرے بھائی جان جہاں تک آپ کی اس قلم کی مزدوری کا تعلق ہے اس کا حال جو کچھ ہے وہ میں دیکھ ہی رہا ہوں کہ آپ لکھتے ہیں کہ چار دن سے یہ افسانہ

لئے بیٹھے ہیں اور پورا نہیں ہو رہا ہے برعکس اس کے ایک معمولی سی معمولی بھینس یومیہ دس بارہ سیر دودھ دیا کرتی ہے۔ خواہ دودھ بیچئے۔ خواہ مکھن۔ خواہ گھی۔ مطلب یہ کہ سونا بناتی ہے بھینس۔ میاں بھول جاؤ گے اس قلم کی مزدوری کو کچھ دن ہیں۔"

خالد۔ "خیر چھوڑیئے اس قلم کی بات کو آپ تو بھینسوں ہی کا ذکر کئے جایئے۔"

ممتاز۔ "اب ایسا بھینسوں کا شوق ہوا کہ کوئی اور ذکر سننا ہی نہیں چاہتے۔"

چودھری۔ "یہ شوق کی بات نہیں بلکہ سمجھ میں آ گئی ہوگی یہ بات کہ کتنی معقول تجویز ہے۔ تمہاری طرح تھوڑی کہ اس کو خواہ مخواہ کا روگ سمجھتی ہو۔"

ممتاز۔ "روگ میں یوں سمجھتی ہوں نا ہمیشہ بہن کہ دن رات کمبختوں کی خدمت کرو۔ بال بچے والے گھر میں بھینسوں کی ناز برداری تو نہیں ہو سکتی۔ اب دیکھ لو کہ وہ بھوری بھینس اور سلمٰی ساتھ ساتھ بیمار ہوئیں بھینس کو دیکھوں تو سلمٰی کی ناک کو ن لے اور سلمٰی کو دیکھوں تو بھینس جاتی ہے ہاتھ سے عجیب مصیبت میں جان ہو کر رہ گئی تھی۔"

چودھری۔ "خیر چھوڑو اس ذکر کو۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا عزیزمن کہ اس قلم دوات میں کچھ نہیں رکھا ہے قلم کے ساتھ خود بھی گھس کر رہ جاؤ گے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ قلم کی مزدوری میں کچھ فائدہ ہوتا تو یہ جو ہزار ہا عرضی نویس ہوتے ہیں اور یہ جو ڈاکخانوں کے سامنے منشی بیٹھتے ہیں کان میں قلم لگا کر اور ناک

پر عینک رکھ کہ ان سب کے پاس موٹر ہوتا۔"

ممتاز:" میں نے تو لکھنے پڑھنے والوں کی آنکھوں پر ہمیشہ عینک ہی دیکھی۔"

چودھری:" اب مجھ کو دیکھئے کہ چاند کی روشنی میں پھانس نکال سکتا ہوں انگلی سے انتیس کا چاند سب سے پہلے میں دیکھتا ہوں۔ وجہ یہ کہ میں نے یہ لکھنے پڑھنے کا جھمیلہ کبھی نہیں رکھا۔"

خالد:" صاحب چھوڑیئے اس لکھنے پڑھنے کے ذکر کو۔ آپ تو ڈیری فارم ہی کا ذکر کیجئے۔ تو مجھے اس سلسلہ میں کیا کرنا ہوگا۔"

چودھری:" میاں کرنا کیا ہوگا بس دو ہزار کی رقم کا انتظام کرو۔ اس کے بعد بس ذرا دیکھ بھال کرتے رہنا۔"

خالد:" میرا ارادہ ہو رہا تھا بندروں کی تجارت کا۔"

ممتاز:" اوئی۔ بندروں کی تجارت کیسی۔"

خالد:" بڑے فائدے کا ہے یہ کام بھی۔ ایک آدھ بندر سدھا کر خود رکھ لیا تماشے کے لئے۔ باقی جہاز پر بھرے اور باہر بھیج دیئے۔"

ناہید:" اونہہ۔ وہ چھوڑیے بندروں کا ذکر۔ بات یہ ہے ممتاز بہن کو بھینسوں اور دودھ کے کام کے لئے یہ تو میں خود غور کرونگی اور ایک آدھ دن میں آپ کو جواب دونگی۔"

چودھری:" ہاں ہاں غور کرلو۔ اس کام کے فائدے پر غور کرنے کے بعد ہی یہ

عزیز مرزا۔" (آواز دیتا ہے) ارے بھئی خالد صاحب۔ میں نے کہا خالد میاں۔"

خالد۔" ناہید ذرا میری بندوق اُٹھا دو۔"

عزیز مرزا۔" (پھر آواز دیتا ہے) خالد صاحب ہیں۔ ارے بھئی خالد صاحب۔"

ناہید۔" سچ مچ بعض وقت تو جیسے ناک میں دم آ جاتا ہے۔"

خالد۔" میں کہہ رہا ہوں کہ بندوق لاؤ۔ مجھ کو پہلے ہی معلوم تھا کہ میری موت اسی طرح لکھی ہوئی ہے۔"

عزیز مرزا۔" (زور سے) جناب خالد صاحب۔ ارے میاں کیا سو گئے۔"

خالد۔" تم ہٹ جاؤ ناہید میں ان حضرت کو اندر ہی بلائے لیتا ہوں (بلند آواز سے) تشریف لے آئیے۔"

عزیز مرزا۔" (آتے ہوئے) کمال کر دیا یار۔ چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا۔ یہ آج گھر سے نکلے کیوں نہیں۔"

خالد۔" یوں ہی ذرا طبیعت سست تھی۔"

عزیز مرزا۔" میاں جم کر علاج کرو کسی کا یہ روز کی طبیعت کی سستی ٹھیک نہیں ہے۔ اور میں نے کہا پڑھا آج کا اخبار۔"

خالد۔" نہیں میں تو نہیں دیکھ سکا اخبار۔"

عزیز مرزا۔" یار کمال ہو گیا آج تو۔ وہ جو میرے منہ سے بات نکلی تھی ایسی پوری ہوئی ہے کہ میں تو ششدر ہو کر رہ گیا ہوں۔"

خالد۔ "یہ شعشدر کو کہہ رہے ہیں آپ غالباً شعشعہ جہت"۔

عزیز مرزا۔ "وہی مطلب۔ مگر کیا کہتے ہیں۔ میں جو کہہ رہا تھا کہ افغانستان کے
خود ہاتھ پیر اس کو جواب دے دیں گے۔ اب وہاں آجکل بڑی بدشگونی
پھیلی ہوئی ہے"۔

خالد۔ "بدشگونی آپ سنسنی کو کہا کرتے ہیں نا"۔

عزیز مرزا۔ "ہاں ہاں وہ ایک ہی بات ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ یہ جو افغانستان کے
بعض لوگ اپنے ہی لوگوں سے غناری کر رہے ہیں"۔

خالد۔ "غناری۔ یعنی غداری"۔

عزیز مرزا۔ "اوہو۔ بھئی وہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تو اپنے پاؤں پر خود
کلہاڑی مارنا ہے"۔

خالد۔ "ایک بات بتلایئے مرزا صاحب کہ آپ کو یہ سیاسی شوق بھلا کب
سے ہوگا"۔

عزیز مرزا۔ "یوں سمجھ لیجئے کہ والد میرے ایک اخبار کے دفتر میں دفتری خانہ کے
چارج میں تھے اور میں ان کے ساتھ بس دفتر گیا اور پڑھ رہا ہوں اخبار
یہ سائمن میرے ہی سامنے گو بیک ہوا تھا"۔

خالد۔ "اُس وقت سے اب تک کوئی اضافہ نہیں ہوا"۔

عزیز مرزا۔ "اجی بس یوں سمجھو کہ پھر اسی کا شوق رہ گیا اب اگر میں کسی دن اخبار

نہ پڑھوں تو حالت غیر ہو جاتی ہے دو پیسہ روز کا یہ ضمیمہ بس بندھا ہوا ہے۔"

خالد:۔ مگر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ آپ کی یہ بیماری اب چھوت کی بیماری کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔"

عزیز مرزا:۔ ایں ؟۔ اماں بیماری کونسی۔ یہ آپنے ایک ہی سنائی۔ بھائی میں دورانِ گفتگو کہہ رہا ہوں اخبار کے متعلق۔"

خالد:۔ میں آپکے دورانِ گفتگو کے متعلق ذکر کہہ رہا ہوں جو مستقل دورانِ سر ہے۔ اگر اجازت ہو تو اب میں ذرا سر پر پٹی باندھ کر لیٹ رہوں۔"

عزیز مرزا:۔ ہاں ہاں۔ بڑے شوق اور ذوق سے آپ ابدی آرام فرمائیے۔"

خالد:۔ کاش ابدی آرام ہی نصیب ہو سکے۔

عزیز مرزا:۔ اچھا تو پھر خدا حافظ۔

خالد:۔ خدا حافظ۔"

(عزیز مرزا جاتا ہے)

ناہید:۔ (آتے ہوئے) کمبخت کہیں کا۔ موا کلموہا۔ کہتا ہے ابدی آرام فرمائیے۔ وہ خود نہ کرے ابدی آرام۔"

خالد:۔ مقصد اس کا صرف آرام سے تھا ابدی تو محض اظہارِ قابلیت کے لئے لگا دیا ہوگا۔"

ناہید :۔ بڑا اپنے کو قابل سمجھتا ہے"۔

خالد :۔ اچھا ناہید اب ذرا مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ موضوع سوجھ گیا ہے اور مضامین اُمنڈ رہے ہیں ذہن میں یہ سب طفیل ہے چودھری صاحب۔ ممتاز بہن۔ عزیز مرزا۔ تمہاری طاہرہ بہن اور شاہین بہن کا۔ موضوع ہے مرزا غالب کے اشعار کہ ؎

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

بہرا ہوں میں تو چاہیئے دونا ہو التفات
سُنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر

(نجمہ کمرے میں آتے ہوئے سلمیٰ کو چھیڑتی ہے)

نجمہ:۔ "لو اور سنو ہمارا گھر چھان مارا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ بیگم صاحبہ آئینہ سامنے رکھے دو بدو کی چوٹوں میں مصروف ہیں۔"

سلمیٰ:۔ "جی اور کیا۔ صبح سے اب تو نوبت آئی ہے کنگھی کرنے کی منہ جھاڑ سر پھاڑ پھر رہی تھی۔"

نجمہ:۔ "جو کچھ بھی ہو مجھ کو تو وہ شعر یاد آ رہا ہے اس وقت کہ ؎

اللہ شرم رکھ لے تو میرے جنگجو کی
آئینہ سامنے ہے چوٹیں ہیں دو بدو کی

سلمیٰ:۔ "اوہ یہ تم نازل کیسے ہو گئیں اس وقت۔ خدا نجمہ میرا موباف اٹھا دو

وہ رہا۔ ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کہ اس وقت کیسے بھول پڑیں"

نجمہ:۔ "دیکھو سلمیٰ ہزار مرتبہ تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تم سے زیادہ ذہین ہوں مجھے بیوقوف بنانے کی کبھی کوشش نہ کیا کرو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس وقت کیوں آئی ہوں۔ بلکہ میرے آنے سے تم بیحد خوش ہوئی ہو کہ کوئی تو ملا تم کو اپنی داستان سنانے کے لئے۔ مگر خواہ مخواہ کوشش کر رہی ہو بننے کی"

سلمیٰ:۔ "اے واہ یعنی آپ ہی آپ۔ کیسی داستان۔ کس کی داستان یہ بک کیا رہی ہو آخر"

نجمہ:۔ "اچھا۔ اب یوں جھکائیاں دی جائیں گی۔ ذرا آنکھ ملا کے بات کرو تو بتلاؤں۔ کون آیا ہے آج صبح ہے"

سلمیٰ:۔ "آنا کون۔ اسلم بھائی آئے ہیں"

نجمہ:۔ "بھائی۔ ہائے میرے اللہ اب تک تو اسلم صاحب کو بھائی کہہ رہی ہے۔ کیا زمانہ آلگا ہے سچ مچ۔ وہ آئے ہیں بردکھوے میں۔ ان کے آنے کا مقصد ہے اپنے کو دکھانا اور جس کو اپنانا چاہتے ہیں اس کو دیکھنا اور آپ ہیں کہ اسلم بھائی"

سلمیٰ:۔ "کچھ پاگل تو نہیں ہو گئی ہو نجمہ۔ لو اور سنو وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں میں ان کی بہن ہوں۔ باقی سب بکواس ہے"

نجمہ :" تو گویا میں نے جھوٹ سنا ہے جو کچھ سنا ہے "

سلمٰی :" نہیں تم نے جو کچھ سنا ہے وہ سچ ہے - ان حضرت کی تشریف آوری کا ارادہ یہی ہے مگر توبہ کرو اللہ نہ کرے کہ امّی جان راضی ہوں "

نجمہ :" کیوں آخر عیب کیا ہے بیچارے میں - صورت شکل کے اچھے - تندرست - کھاتے پیتے چار پیسے والے "

سلمٰی :" صرف اتنا ہی تو کافی نہیں ہوتا بہن "

نجمہ :" پڑھے لکھے - سنا ہے کہ گریجویٹ ہیں اب اور کیا تیرے لئے آسمان سے اُترے گا بَر "

سلمٰی :" سب سے بڑی بات تو یہ کہ دیوار ہیں بالکل "

نجمہ :" دیوار ؟ کیا مطلب دیوار سے "

سلمٰی :" سخت بہرے - اور کیا مطلب ہوتا - اور بہروں کے چہرے پر جو ایک سوالیہ نشان لٹک کر رہ جاتا ہے وہ اس قدر نمایاں ہے کہ مجھے تو وحشت ہوتی ہے ان کی صورت دیکھ کر کچھ عجیب ہونق سے نظر آتے ہیں "

نجمہ :" تو کیا بالکل نہیں سنتے "

سلمٰی :" گلا پھاڑ پھاڑ چیخو یا منہ میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر بات کرو تو کچھ پلّے پڑتا ہے - ورنہ عالم یہ کہ -

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

لیجئے تشریف لا رہے ہیں اسی طرف"

نجمہ "تو کیا تم کو پردہ بھی نہیں کرایا گیا اِن سے"

سلمیٰ "پاگل ہو تم تو پردے کے معنی تو یہ ہونے کہ وہ جس جہاں سے آئے ہیں
اس کی رسید دے دی جاتی میں ہمیشہ کی طرح سامنے آتی ہوں ——— وہ تو
چلے ہی آ رہے ہیں"

نجمہ "آنے دو تمہارا کیا ہرج ہے"

اسلم "(آتے ہوئے) کہیئے کیا ہو رہا ہے"

سلمیٰ "کہاں کہاں ہو آئے آپ۔ عصمت خالہ کے یہاں بھی گئے تھے"

اسلم "کیا اخبار۔ وہ تو میں نے صبح پڑھتے ہی غفور کے ہاتھ اندر بھجوا دیا تھا"

سلمیٰ "سن لیجئے (چیخ کر) میں نے کہا عصمت خالہ کے یہاں گئے تھے آپ"

اسلم "عصمت خالہ کے یہاں تو صبح ہی ہو آیا ان کی چھوٹی بچی کو انفلوئنزا ہو گیا
تھا اب اچھی ہے"

سلمیٰ "کونسی بچی ریحانہ"

اسلم "معلوم نہیں کس کا علاج تھا مگر اب بخار نہیں ہے"

سلمیٰ "توبہ ہے (چیخ کر) میں نے کہا ریحانہ بیمار تھی ریحانہ"

اسلم "ہاں دستانہ تو مل گیا تھا تکیہ کے نیچے دب گیا تھا بستر ٹھیک کیا گیا
تو مل گیا"

سلمیٰ :۔ "لیجئے انہوں نے ریحانہ کو دستانہ سن لیا"
نجمہ :۔ "سچ مچ یہ تو سخت بہرے ہیں"
اسلم :۔ "جی۔ کچھ میرے متعلق فرمایا آپنے۔ بھئی سلمیٰ آپ کی تعریف۔؟"
سلمیٰ :۔ "میری سہیلی ہیں یہ"
اسلم :۔ "اچھا یہ تو ماشاءاللہ بہت بڑی ہو گئیں ہیں نے تو بہت چھوٹا دیکھا تھا ان کو"
نجمہ :۔ "وہ شاید کچھ اور سمجھے ہیں"
سلمیٰ :۔ "جی ہاں یہی تو آفت ہے (چیخ کر) آپ نے ان کو کہاں دیکھا تھا"
اسلم :۔ "تم ہی نے تو کہا نسیم چچا کی لڑکی"

(نجمہ ہنستی ہے)

سلمیٰ :۔ "خدا کے لئے ہنسو نہیں ہنسنے پر برا بھی مان جاتے ہیں (چیخ کر) یہ میری سہیلی ہیں نجمہ۔ نسیم چچا کی لڑکی شکیلہ نہیں"
اسلم :۔ "اوہ۔ میں سمجھا تھا اُسی کو۔ تو آپ پڑھتی ہیں"
نجمہ :۔ "جی ہاں ان ہی کے ساتھ ہوں کالج میں"
اسلم :۔ "خوب خوب ان سے پڑھتی ہیں آپ تو گویا یہ آپ کی اُستانی ہیں"
سلمیٰ :۔ "اب بتائیے۔ (چیخ کر) مجھ سے نہیں پڑھتی ہیں میرے ساتھ پڑھتی ہیں"
اسلم :۔ "اوہ۔ میں سمجھا تھا کہ تم سے پڑھتی ہیں شاید"
نجمہ :۔ "اتنے بہرے آدمی کے لئے تعجب یہ ہے کہ یہ پڑھ کیسے گئے"

سلمیٰ:۔ "ہمیشہ کے بہرے تھوڑے ہیں۔ ٹائیفائڈ ہوا تھا اُسی میں جانے کیا ہوا کہ کان
بند ہو گئے۔ اب دیکھو کس غور سے دیکھ رہے ہیں اور خواہ مخواہ سر بھی ہلا رہے
ہیں جیسے سب کچھ سمجھ رہے ہیں۔"
اسلم:۔ "آج سردی کچھ کم معلوم ہوتی ہے آسمان بھی صاف ہے۔"
سلمیٰ:۔ "جی ہاں بس اب گرمیاں شروع سمجھیے۔"
اسلم:۔ "یہ سوئیٹر۔ یہ تو میں احتیاطاً پہنے ہوئے ہوں۔"
نجمہ:۔ "بھلا سوئیٹر کا کیا ذکر تھا یہاں۔"
اسلم:۔ "جی ہاں گھر ہی کا بنا ہوا ہے میری چھوٹی بہن نے بنا تھا۔ آپ کی طرح اکثر
لوگوں نے اسکی وضع کو پسند کیا ہے۔"

(سلمیٰ کے والد کے پکارنے کی آواز)

باپ:۔ "ارے بھئی اسلم میاں۔ میں نے کہا اسلم میاں۔"
سلمیٰ:۔ "(چیخ کر) آپ کو ابا جان بلا رہے ہیں۔"
اسلم:۔ "ابھی سے ابھی تو دس ہی بجے ہیں چار، تو میں چار بجے بیٹھا ہوں۔"
باپ:۔ "(پکارتے ہوئے) اسے بھئی سلمیٰ ذرا اسلم کو ادھر بھیجنا۔"
سلمیٰ:۔ "بھیج رہی ہوں ابا جان (اسلم سے چیخ کر) ابا جان آواز دے رہے ہیں
آپ کو۔"
اسلم:۔ "مجھے تو خبر نہیں کہ گاڑی میں سے گئے ہیں کہیں۔"

سلمیٰ "(دیکھ اور چیخ کر) جی نہیں وہ بلا رہے ہیں۔"

اسلم "اچھا۔ مجھے۔ میں سمجھا تھا کہ ابھی آئے نہیں۔ اچھا میں ہو آؤں ذرا چچا جان کے پاس۔" (جاتا ہے)

سلمیٰ "(کھانس کر) توبہ ہے۔ چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا۔"

نجمہ "بھئی مجھے تو ترس آتا ہے بیچارے پر۔ یوں اچھے خاصے مگر ایک عیب نے انکی تمام خوبیوں پہ پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔"

سلمیٰ "تم نے دیکھا کہ چہرے پر بھی بہرا پن اس شدت سے برستا ہے کہ دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔"

نجمہ "اور یہ خواہ مخواہ ہنسا اور سر کیوں ہلایا کرتے ہیں۔"

سلمیٰ "تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ بہرے ہیں۔ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ جیسے سب کچھ سُن رہے ہیں۔ کل گلنار آپا کی موت کا ذکر ہو رہا تھا آپ اِسی طرح گردن ہلا ہلا کر ہنستے رہے۔"

نجمہ "واقعی قابلِ رحم ہے یہ حالت۔"

سلمیٰ "مگر چچا میاں کی زیادتی تو دیکھو کہ پہلے تو اس نسبت کے لئے خط پر خط لکھے رہے اور ادھر سے ابا جان ٹالتے رہے اب آپ نے صاحبزادے کو خود ہی بھیج دیا ہے اور ابا جان کو لکھ دیا ہے کہ بس اب میاں اسلم تمہارے اور سلمیٰ میری ہے۔"

نجمہ :۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنے قریبی رشتہ ہیں تو بر دکھوا ہوا نہیں کرتا؟"
سلمٰی :۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرت بچپن سے اپنے نانا کے پاس رہے وہیں تعلیم پائی۔
ابّا جان نے شاید کبھی بہت چھوٹا دیکھا ہو گا ان کو، اور میں نے تو شاید اب کی
دوسری مرتبہ دیکھا ہے۔"

(دوسرے باپ کی آواز آتی ہے)

باپ :۔ میاں استغفراللہ میں کچھ اور کہہ رہا ہوں ——————"
سلمٰی :۔ آؤ چلو کمرے کے اندر سے اب سنو دونوں کی باتیں وہ کہیں گے کچھ یہ جواب
دیں گے کچھ اور پھر ابّا جان کا جز بز ہونا۔ آؤ نا؟"
نجمہ :۔ چلو چل تو رہی ہوں؟"

(باپ کی آواز قریب آتی ہے)

باپ :۔ صاحب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں بھی اکثر ڈاکٹر ہیں ان کو بھی کان
دکھا لو۔
اسلم :۔ بہر حال جیسی آپ کی مرضی سب کچھ تو ابّا جان نے خط میں لکھ دیا ہے؟"
باپ :۔ اماں جہنّم میں گیا خط۔ خط کو کون کہہ رہا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں ڈاکٹر،
ڈاکٹر"
اسلم :۔ جی ہاں ڈاکٹر صاحب کا قصّہ تو یہ ہے کہ اوّل تو ان کے خاندانی حالات ٹھیک
نہیں میں دوسرے مجھے ان کے یہاں کے طور طریقے کچھ پسند نہیں!!

باپ "بھئی استغفراللہ۔ ذرا ادھر قریب آؤ۔ بھئی میں کہہ رہا ہوں کہ یہاں کے
کسی ڈاکٹر کو بھی کان دکھاؤ"

اسلم "یہاں کے ڈاکٹروں کو"

باپ "جی ہاں۔ بڑے ماہر ڈاکٹر موجود ہیں یہاں"

اسلم "خیر فیس کی تو کوئی بات نہیں جو ہوگی دے دی جائے گی"

باپ "لاحول ولا قوۃ۔ کتنے کا بھیجہ ہونا چاہیئے تم سے بات کرنے کے لئے"

اسلم "درست فرمایا آپ نے"

باپ "اے بھائی۔ میرا مطلب یہ کہ برخوردار فیس کا تو ذکر ہی نہیں تم تو بس
میرے ساتھ چلو"

اسلم "مجھ کو آپ سے یہی امید تھی۔ میں تو خود ان ہی قدموں میں رہنا چاہتا
ہوں"

باپ "اب مجبوراً مجھ کو تم سے لکھ کر بات کرنا پڑے گی"

اسلم "آپس میں لکھا پڑھی تو ہوتی نہیں مگر میں جو کچھ آپ فرمائیں لکھنے کو تیار ہوں
جو کچھ جائداد ہے وہ آپ کو معلوم ہی ہے"

باپ "یہ کیا بکواس ہے۔ کان ادھر لاؤ۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ ڈاکٹر کے
یہاں چلو"

اسلم "ڈاکٹر کے یہاں۔ وہ تو میں نے عرض کیا کہ جب جی چاہے تشریف لے چلیئے"

باپ :- کل صبح لے کر چلونگا۔

اسلم :- جب تک آپ فرمائیں میں بیٹھنے کو تیار ہوں۔

باپ :- بہرے ہونے کے علاوہ، بیوقوف بھی ہو۔ ورنہ بہرے گونگا ذہین ہوا کرتے ہیں۔

اسلم :- جی ہاں والد صاحب نے تو یہی کہا تھا کہ آپ ہرگز انکار نہ کریں گے اور جہاں تک میری مرضی کا سوال ہے میں تو اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھونگا کہ آپ مجھ کو گویا غلامی میں قبول فرمالیں۔

باپ :- بند کرو یہ بکواس۔ بیوقوف کہیں کا۔ بہرا پن تو خیر مرض ہے مگر باپ سے حماقت بھی ورثہ میں ملی ہے۔

اسلم :- جی ہاں ابّا جان بھی یہی کہتے تھے۔

باپ :- گھامڑ کہیں کا بھند۔ اپنی ہی کہتا ہے دوسرے کی سنتا ہی نہیں۔ ریڈیو کہیں کا۔

اسلم :- جی ہاں انشا اللہ میں احسان فراموش ثابت نہ ہونگا۔

باپ :- اچھا اب تشریف لے جایئے۔ دماغ چکرا کر رکھ دیا۔ اللہ کوئی بہرہ کرکا قیل اللہ۔ جاؤ صاحبزادے خدا کے لئے اب میری جان چھوڑ دو۔

اسلم :- جی نہیں جانا تو نہیں ہے کہیں مجھے۔ ویسے ذرا گھوم آؤنگا۔

باپ :- اچھا بابا اچھا کسی طرح بخشو تو میری جان۔

سلمیٰ: "(آہستہ سے) آؤ بس اب"

نجمہ: "(آہستہ سے) چلو ——"

(دونوں مائیکروفون کے قریب آتی ہیں)

سلمیٰ: "سُن لیا تم نے"

نجمہ: "میں تو پریشان ہوگئی ہنسی اُدکتے اُدکتے"

سلمیٰ: "معلوم ہوتا ہے جیسے اِن کے کان صرف مطلب کی بات سناتے ہیں"

نجمہ: "مگر بہن اس بیچارے کے ساتھ دوہری رعایت ہونا چاہیئے"

سلمیٰ: "دوہری رعایت۔ کیا مطلب؟"

نجمہ: "پڑھا نہیں ہے تم نے کہا ہے مرزا غالب نے کہ ؎

بہرا ہوں میں تو چاہیئے دونا ہو التفات
سُنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

(دونوں ہنستی ہیں)

تاب لاتے ہی بنے گی غالبؔ

واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

(شہاب داخل ہوتا ہے۔ شہناز اس کو دیکھ کر
انجم سے کہتی ہے)

شہناز ۔ ”لو آپا دولہا بھائی بھی آ گئے۔“

انجم ۔ ”میں نے کہا سنتے ہیں آپ۔ ذرا پہلے اسی طرف چلے آیئے۔“

شہاب ۔ ”(آتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے کوئی خاص سازش ہو رہی ہے۔ بڑے سنجیدہ بنے بیٹھے ہیں سب۔“

انجم ۔ ”اور بھی کچھ سنا آپ نے تسنیم کی شادی ہو گئی۔ ابھی اکرم یہ خبر لے کر آئے ہیں۔“

اکرم ۔ ”خبر نہیں ”لایا ہوں“ بلکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے برات کو رخصت ہوتے

ہوئے دیکھا ہے۔ پھولوں سے لدی ہوئی کار میں دولہا کو دیکھا، فینس میں
دلہن اور بے شمار موٹروں میں براتی۔"

شہناز:۔ "یہ خبر سن کر نہ جانے بھائی جان کیا کریں گے۔"

انجم:۔ "مجھے تو خود اختلاج ہو رہا ہے کہ آج نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔"

شہاب:۔ "اسلم ہیں کہاں؟"

انجم:۔ "ہوتے کہاں حسب معمول صبح سے کمرے میں بند ہیں، پڑے سوتے ہوں گے۔
مگر میں پوچھتی ہوں اب ہوگا کیا؟"

شہاب:۔ "اب ہو ہی کیا سکتا ہے۔"

انجم:۔ "میں بتائے دیتی ہوں کہ وہ جان پر کھیل جائے گا۔ نہ جانے کیا کر گذرے۔
اس پر تو جیسے تسنیم کا جنون سا سوار ہے۔"

شہناز:۔ "دولہا بھائی اب آپ ہی اُن کی تاک رکھیے۔ یہ خبر آخر کب تک ان سے
چھپ سکتی ہے۔"

اکرم:۔ "ابھی تو یہ کہیے ان کو آج ہی کسی نہ کسی طرح خبر پہنچ جائے گی۔"

انجم:۔ "بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ کچھ سن گن وہ پا چکا ہے۔ دو تین دن سے کیسی
ڈراؤنی شکل بنا رکھی ہے۔ خط بڑھا ہوا۔ بال اُلجھے ہوئے۔"

شہناز:۔ "اوپر سے فاقوں پر فاقے۔"

شہاب:۔ "اچھا صاحب سنیے اب میں آپ سے عرض کروں کہ میں خود اسی خبر کی

تصدیق کے لئے بھیجا گیا تھا۔"

انجم:" بھیجے گئے تھے؟ کس نے بھیجا تھا تم کو۔

شہاب:" خود اسلم نے بھیجا تھا مجھے۔ ان کو اپنے کسی دوست سے یہ اطلاع جمع ہما پہنچ چکی تھی چنانچہ مجھ کو اپنا بہترین ہمدرد دیکھ کر آج وہ مجھ سے سامنے بالکل ہی بے نقاب ہو گئے اور نہ صرف مجھ کو اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجا بلکہ بڑی خوشامد سے یہ امداد بھی چاہی کہ اگر یہ خبر سچ ہو تو واپسی میں اُن کے لئے میں کوئی ایسا زہر لیتا آؤں جو جلد سے جلد ان کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ حسب وعدہ میں زہر بھی لیتا آیا ہوں۔"

انجم:" زہر ——"

شہناز:" ہائے میرے اللہ۔"

اکرم:" کیا واقعی آپ زہر لیکر آئے ہیں۔"

انجم:" تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم میرے بھائی کا خون کرنا چاہتے ہو۔"

شہناز:" دولہا بھائی۔"

شہاب:" اگر آپ لوگوں کی بدحواسی کا یہی عالم رہا تو اس زہر سے نہ سہی کسی اور طریقہ سے وہ اپنی جان ضرور دے دیں گے۔ وہ مجھ سے جان دینے کا قطعی وعدہ کر چکے ہیں۔"

انجم:" اور تم یہ وعدہ پورا کرانا چاہتے ہو۔ تم زہر لائے ہو۔"

اکرم :- "وہ زہر ہے کیا ؟"

شہاب :- "یہ رہا - اس شیشی میں - بڑی مشکل سے دستیاب ہوا ہے اور نہایت قیمتی ہے ۔"

انجم :- "ادھر لاؤ - مجھے دو - میں کیا کہہ رہی ہوں - یہ مجھے دو ۔"

شہاب :- "اگر تم لوگوں نے اس طرح شور مچایا تو نتائج کے ذمہ دار تم لوگ ہو - ورنہ نہایت خاموشی سے جو میں کہوں وہ کرو ۔"

انجم :- "پہلے تم یہ زہر کی شیشی مجھ کو دو ۔"

شہناز :- "سُن تو لو آپا وہ کہہ کیا رہے ہیں - ہاں تو بتائیے نا کیا کریں ہم لوگ ؟"

شہاب :- "بس میری ذمہ داری پر نہایت خاموشی سے جو کچھ ہو اُس کو دیکھتی رہو اور خدا سے امید رکھو کہ وہ اس وقت کو ٹال دے - یہ وقت اس گھبراہٹ اور بے تابی کا نہیں بلکہ حکمتِ عملی کا ہے ۔"

اکرم :- "مگر میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ قصّہ اس قدر معمولی نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں - بھائی جان یقیناً کچھ کر گذریں گے ۔"

شہاب :- "مجھ کو معلوم ہے ۔"

انجم :- "معلوم ہے اور پھر خود ہی زہر لائے ہو - خدا کے لیے یہ تم نے سوچا کیا ہے ؟"

شہاب :- "اچھا تو جانے دو - یہ نہیں دیتا زہر - مگر یاد رہے کہ وہ کوٹھے سے

پھاند سکتے ہیں۔ وہ دریا کے پُل پر جا کر چھلانگ مار سکتے ہیں۔ وہ ریل کی پٹڑی پہ سر رکھ کر ملک الموت کا خیر مقدم کر سکتے ہیں۔ ہزار ترکیبیں ہیں جان دینے کی۔"

شہناز۔" نہیں نہیں وُرلطا بھائی آپ نے آخر کچھ تو سوچا ہوگا۔"

شہاب۔" ہاں تو جو کچھ میں نے سوچا ہے وہ سب مجھ کرنے دو اور خاموشی سے نتیجہ کا انتظار کرو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ تم لوگ بھی تھوڑی دیر میں آجانا۔"

انجم۔" مگر خدا کے لئے ــــــ"

شہاب۔" پھر وہی گھبراہٹ۔"

شہناز۔" نہیں آپ جلئیے۔"

(شہاب جاتا ہے۔ اسلم کی آواز قریب آتی ہے)

اسلم۔" آپ آگئے شہاب بھائی۔"

شہاب۔" ہاں آگیا۔ مگر تمہارے لئے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہوں۔ واقعی تسلیم کی شادی اُسی پولیس آفیسر کے ساتھ ہوگئی جس کا تم نے ذکر کیا تھا۔ تمہاری اطلاع درست تھی۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی برات بھی رخصت ہوگئی۔ اور تمہاری نہ ہو سکنے والی تسنیم دوسرے کی ہوگئی۔"

اسلم۔" بس مجھے اسی تصدیق کا انتظار تھا۔ مگر آپ نے کچھ اور بھی وعدہ کیا تھا۔"

شہاب۔" وہ مجھے یاد ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں یا تو وعدہ ہی نہیں کرتا اور یا اگر کر لیا

کسی سے وعدہ تو پھر خواہ ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے وعدہ پورا ضرور کرونگا
میں تمہاری وہ چیز نہ جانے کیا کیا جتن کر کے لایا ہوں۔"

اسلم "- ہے آئے آپ۔ لائیے وہ کیونکہ مجھے اب مجھے کسی بات کا انتظار نہیں۔"

شہاب "- میاں گھبراتے کیوں ہو۔ یہ رہی زہر کی شیشی مگر ذرا مجھے بندو بست
تو کر لینے دو۔ کوئی بچوں کا کھیل تو ہے نہیں خودکشی۔ کیا تمہارا ارادہ یہ ہے
کہ گھر بھر کو پھنسواؤ گے۔ سب سے پہلے تو میں تم سے ایک تحریر لکھواؤنگا کہ تم کو
کسی اور نے زہر نہیں دیا بلکہ تم خودکشی کر رہے ہو۔"

اسلم "- بیشک میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میں لکھے دیتا ہوں۔"

شہاب "- (آواز دیتے ہوئے) ارے میاں اکرم ذرا کاغذ اور میرا قلم لے آؤ۔ لو یہ
لوگ بھی آ گئے جب تک تم ان سب سے تو مل لو آخر بہنیں ہیں تمہاری انجم
اور شہناز۔ تم دونوں اپنے بھائی سے جی بھر کر مل لو۔ پھر کہاں یہ کہاں تم۔"

انجم "- اسلم ـــــ" (روتی ہے)

شہناز "- بھیا ـــــ" (روتی ہے)

شہاب "- یہ کیا واہیات ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم پڑھی لکھی خواتین ہیر سے بلند
خودنگری اور خودی کے مفہوم کو سمجھتی ہو۔ یہ کیا واہیات سسکیاں اور دقت
شروع کر دی۔ ارے بھئی جو پیدا ہوا ہے اس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہی
ہے اور جب موت برحق ہے تو انسان بےعزتی کی زندگی کیوں بسر کرے اپنی آن

پر جان کیوں نہ ٹے"

انجم "یہ تم کیا کہہ رہے ہو"

شہاب "جو میں کہہ رہا ہوں اُس کو تم نہیں سمجھ سکتیں۔ اس کو اگر کوئی سمجھ سکتا ہے تو صرف اسلم جن کی اس وقت واحد تمنا یہ ہے کہ ے

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

لے آئے اکرم میاں کاغذ۔ لو بھئی اسلم یہ قلم اور لکھدو"

اسلم "کیا لکھوں"

شہاب "تم لکھو۔ میں بولتا ہوں۔ منکہ مسمی محمد اسلم ابن شیخ محمد عالم مرحوم ساکن محلہ گڑھی شاہو شہر لاہور کا ہوں بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ زہر کھا کر خودکشی کا مرتکب ہو رہا ہوں اور میرا خون سوائے میرے کسی کی گردن پر نہیں۔ محبت میں ناکامی میری اس خودکشی کا سبب ہے اور رازِ محبت میرے ساتھ ہی دفن ہوگا۔ بعد میں لکھو العبد اور نیچے کردو دستخط"

انجم "ہائے اللہ یہ کیا ہو رہا ہے"

شہاب "ہو یہ رہا ہے کہ مرنا تو ہے ہی ان کو مگر ہم لوگ کیوں پھنسیں۔ لاؤ بھئی کاغذ مجھ کو دو۔ اے بھئی شہناز ایک چائے کی پیالی تو لے آؤ آخر کس چیز میں پئیں گے یہ زہر"

شہناز:۔ (دولہا بھائی یہ مر رہے ہیں)

شہاب:۔ اب صبر کرو شہناز صبر کرو۔ رونے کے لئے ساری عمر پڑی ہے اس وقت مرنے والے پر نظر رکھو کہ کیسا شدید امتحان اس کے سامنے ہے۔ ارے میاں اکرم میرا منہ کیا تکتے ہو ایک آدھا اگالدان اور طشت ہی لا کر رکھ دو دیکھ رہے ہو کہ بھائی زہر کھا رہا ہے۔ خون کی قے ہو گی اور کلیجہ کٹ کٹ کر نکلے گا تو یہ تمام فرش خراب ہو گا یا نہیں۔"

انجم:۔ خدا کے لئے یہ منحوس باتیں زبان سے نہ نکالو میرا دم الٹا جاتا ہے۔"

شہاب:۔ خیر دم الٹنے کی تو بات ہی ہے۔ ایک نوجوان موت پھر وہ بھی بھائی کی ہے

در و دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

مگر مشیت ایزدی میں کیا چارا ہے

موت سے کس کو رستگاری ہے — آج وہ کل ہماری باری ہے

صبح دم طائرانِ خوش الحان — پڑھتے ہیں کل من علیہا فان

لاحول ولا قوۃ۔۔ بھئی تم بیٹھی ہوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھ کو گھور کیا رہی ہو۔ اس فرش کے چاروں طرف تکیے اور گاؤ تکیے لگا دو۔ ارے بھئی تم کھیل سمجھ رہی ہو۔ یہ پچھاڑیں کھاتے پھریں گے ہر طرف۔ ذرا یہ فرنیچر اس کمرے سے باہر نکلوا دو معلوم نہیں کس کس چیز سے سر پھوڑتے پھریں گے

رگ سے دم کھنچکر نکلے گا۔"

اکرم: "آپ تو اور بھی ان کو ترغیب دے رہے ہیں خودکشی کی۔ سبحان اللہ۔"

شہاب: "یہاں ترغیب کا سوال نہیں۔ میں تو اس کا قائل ہوں کہ موت برحق ہے۔ اور ان کے لئے اس سے بڑا موقع موت کا اور کونسا آئے گا کہ جس سے یہ زندگی وابستہ کرنا چاہتے تھے اُس نے اپنے کو دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اُس سے کچھ عہد و پیمان ہو چکے ہوں گے۔ اُس کو خیال نہیں مگر یہ تو مرد ہیں ان کو تو اپنے قول کا پاس ہونا ہی چاہیئے۔"

اسلم: "آپ مجھ کو رسّی دیجئے۔ میں اور کچھ سُننا نہیں چاہتا۔"

شہاب: "ارے بھائی رسّی تو تمہارے سامنے موجود ہے۔ مگر ذرا غور تو کرو کہ اس کمرے کی موجودہ حالت بھلا خودکشی کرنے کے قابل ہے۔ تم تو خیر جان پر کھیل رہے ہو گے مگر ہم سے کیسے دیکھا جائے گا تمہارا ایک ایک چیز سے سر پھوڑنا۔ اس سخت زمین پر تڑپنا۔ میں چاہتا یہ تھا کہ ذرا گدّے وغیرہ بچھ جاتے تو تم اطمینان سے کرتے خودکشی۔"

انجم: "وہ نہیں پئیں گے یہ منحوس زہر۔ پھینک دو۔ میں کہتی ہوں اسے پھینک دو۔"

اسلم: "نہیں یہ مجھ کو دے دیجئے۔ دیجئے مجھے۔"

شہاب: "سنیئے صاحب۔ اس طرح کی خودکشی کے حق میں کم سے کم میں نہیں ہوں۔ جلد

تم نے وہ زہر لا نے کو کہا ہیں سے آیا۔ مگر زہر پینے کے بھی کچھ آداب تو ہوتے
ہی ہیں۔ تم کو تو خیر پتہ نہیں مگر مجھے تو معلوم ہے کہ اس کے حلق سے اُترتے
ہی تم پر کیا گذرے گی۔ تمام جسم نیلا پڑ جائے گا۔ کلیجہ پاش پاش ہو جائیگا۔
آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔ تم اُچھل اُچھل کر گرو گے اور گر گر کر اُچھلو گے۔
خون کی قے بار بار ہو گی اور منہ سے دل اور جگر کے ٹکڑے نکلیں گے۔

شہناز:۔ اللہ رحم کیجئے دولہا بھائی "

اکرم:۔ "کیا آپ کا ارادہ ہم سب کا دم نکال لینے کا ہے "

شہاب:۔ میرا ارادہ تو خدا جانتا ہے کچھ نہیں۔ یہ تو ان ہی سے پوچھو اسلم میاں
سے۔ مگر یہ بھی بیچارے مجبور ہیں۔ اگر بازاری لفنگوں کی طرح کی ان کی محبت
ہوتی تو تسنیم کی شادی پر یہ بھی کہہ سکتے تھے۔

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

مگر ان کی محبت سچی تھی۔ جیرا دل گواہی دے رہا ہے کہ سچی تھی اور سچی محبت اکثر
قسم کی قربانیوں ہی کی آغوش میں زندہ رہتی ہے۔

انجم:۔ اسلم خدا کے لئے ہم لوگوں پر رحم کرو۔ میں دیوانی ہو جاؤں گی

شہاب:۔ خیر تم تو دیوانی ہو جاؤ گی مگر اس غریب کا حال بھی تو دیکھو ابھی تھوڑی
دیر میں کافور میں بسا ہوا کفن ان کی سرد لاش سے لپٹ جائے گا۔

اسلم:۔ (چیخ کر) بھائی صاحب "

شہاب :- اسلم - کاش تم میرے دل کی کیفیت بھی سمجھ سکتے مگر میں اپنے کو سنبھالے ہوئے ہوں اس لئے کہ تم نے تسنیم سے جان دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں نہیں چاہتا کہ اسی وعدہ فراموش کی طرح میرا ابرار اور تسنیم بھی بے اصولا اور بزدل کہلائے - تمہاری یہ موت جس قدر عبرتناک ہو گی اسی قدر اہل محبت کے لئے ایک پیام ہو گی سرخروئی کا - ارے بھئی شہناز کچھ تکیئے وغیرہ لگا دو دن ڈھل رہا ہے پھر کب دم نکلے گا کب پوسٹ مارٹم ہو گا - کب ہم لوگوں کو لاش ملے گی اور کب تجہیز و تکفین ہو سکے گی "

انجم :- دور پار - دشمن مرے - کیسا منہ بھر بھر کے میرے بھائی کو کوس رہے ہیں "

شہناز :- نہ جانے یہ کس کا بدلہ لیا جا رہا ہے "

شہاب :- سن لو اسلم تمہاری اصول پرستی کی پرستش میں یہ سب کچھ سننا پڑ رہا ہے - میاں اگر تم کسی کو قبرستان بھیج کر قبر کا انتظام تو کر ہی لو - مگر میرا تو خیال ہے کہ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش شاید اب صبح ہی مل سکے - تمام لاشیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں یہ پوسٹ مارٹم کرنے والے "

اسلم :- لاش - پوسٹ مارٹم "

شہاب :- ارے میاں جب مر ہی گئے تو چاہے کوئی لاش کے ساتھ جو سلوک کرے تم پر تو سختی بس زہر کھانے اور مرنے کے درمیانی وقفہ کی ہے - خدا اس

مشکل کو آسان کرے۔ جس سے میں زہر لایا ہوں وہ کہہ رہا تھا کہ مرنا تو یقینی
قطعی ہے مگر قیامت گذر جاتی ہے مرنے والے پر۔ میں نے اس سے
کہا کہ اس سے بڑی قیامت اُس غریب پر یوں ہی گذر رہی ہے۔ وہ کہہ
رہا تھا کہ زہر کھانے کے بعد لوگ چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو بچا لیا جائے
مگر یہ زہر بچنے نہ دیگا انشاء اللہ۔"

انجم: "اور تم انشاء اللہ بھی کہہ لیتے ہو۔"

شہاب: "یہ بھی غور تو کرو کہ زہر بھی کھایا جائے اور موت بھی نہ آئے۔ یہ تو بڑی مہمل بات ہوئی نا۔"

شہناز: "مگر وہ زہر نہیں کھائیں گے۔ وہ ہرگز نہیں کھائیں گے۔

شہاب: "چہ خوش۔ یعنی اتنے اصرار سے منگایا۔ میں نے بھی وعدے سے مجبور ہو کر نہ جانے کیا کیا تو کہیں کہیں اور اب آپ فرماتی ہیں کہ وہ زہر ہی نہ کھائیں گے۔ سن لیتے ہو اسلم میاں۔ میرے خیال میں تو اب بسم اللہ کر دو۔ میں خود ہٹائے دیتا ہوں ان کو سہارا وغیرہ۔ اکرم میاں تم تو تکیے اور گدے سے بچا دو۔ ورنہ بڑی تکلیف سے جان نکلے گی۔ لے بھائی یہ اپنے کو اٹھا اٹھا کر پٹخیں گے۔"

اسلم: "لائیے۔ ادھر لائیے یہ شیشی۔"

شہاب: "ہاں تو لو اپنی ان بدنصیب بہنوں سے پھر تو ہزاروں من مٹی کے نیچے دب جاؤ گے ہمیشہ کے لئے۔"

اسلم:- میں نہیں مرتا۔ میں خودکشی نہیں کرتا۔ میں ـــــ میں ـــــ زہر نہیں پی سکتا۔ کانٹوں ـــــ کفن ـــــ قبر ـــــ پھینک دیجئے یہ زہر"

شہاب:- ایسے۔ ایسے۔ ایسے!

اسلم:- خون کی قے۔ نہیں۔ میں زہر نہیں پی سکتا۔ کلیجے کے ٹکڑے۔ میں زہر نہیں پیونگا"

انجم:- چھوڑو یہ ضد"

شہاب:- ٹھہرو تو صاحب۔ ان کو غور کر لینے دو۔ کتنا سخت واقعہ ہے تسنیم کی شادی کسی دوسرے سے ہوجائے اور یہ زندہ رہیں"

اسلم:- ہاں۔ ہاں میں زندہ رہونگا۔ وہ نہیں مری تو میں بھی زندہ رہونگا"

شہاب:- مگر"

شہناز:- مگر وگر کچھ نہیں وہ کہہ چکے کہ جان نہیں دیں گے"

اکرم:- مجھے دیجئے یہ منحوس زہر"

انجم:- توڑ ڈالو اس کمبخت کو"

شہاب:- چاہے توڑو چاہے نہ توڑو اس میں صرف شربت انار ہے۔ مگر ایک شعر سن لو کہا ہے مرزا غالب نے ـــ

تاب لائے ہی بنے گی غالب　　　　واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک

[نزہت اور نگہت ایک کمرے کی ترتیب
میں مصروف ہیں۔ نزہت نوکر کو بلا رہی ہے]

نزہت :۔ "جمّن ——— (اور زور سے پکارتی ہے) جمّن ———"

نگہت :۔ "پھر آپ نے جمّن کہہ کر پکارا۔ کل دن بھر آپ کو ریہرسل کرایا ہے کہ آواز کے خاص لوچ کے ساتھ تیرتی ہوئی آواز میں پکارنا چاہیئے بیرا کہہ کر دیکھئے یوں (نقل اتار کر) بیرا ——— بات یہ ہے کہ جس کا شوہر تین سال تک ولایت میں رہ کر آ رہا ہو اس کو کم سے کم نوکر کو بیرا کہنا اور بیرے کو پکارنا تو آنا ہو۔"

نزہت :۔ "بس تم باتیں بنائے جاؤ یہ نہیں کہ ذرا کمرہ ہی ٹھیک کرا لیں ہم

سنے ملک صاحب کے ڈرائنگ روم میں صوفوں کی کچھ ایسی قسم کی ترتیب دیکھی تھی۔"

نگہت :"ملک صاحب؟ وہ تو میرے خیال میں ولایت کیا معنی راولپنڈی تک نہیں گئے ان کا ڈرائنگ روم کیونکر سند کے طور پر پیش ہو سکتا ہے۔ البتہ شہاب صاحب ولایت جا چکے ہیں اور ان کے ڈرائنگ روم میں صوفے نہایت ٹیڑھے میڑھے رکھے ہوئے ہیں میں نے خود دیکھے ہیں۔"

نزہت :"بس تو پھر اسی طرح کر دو۔ دیکھو نا ٹرین کے وقت میں صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے۔"

نگہت :"وہ تو ٹھیک ہیئے جاتے ہیں مگر کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ اتنے دنوں کے بعد آ کر ڈرائنگ روم کی ترتیب پر تنقید کرنے بیٹھ جائیں گے میرے خیال میں تو بیچارے دولھا بھائی کو آپکے دیدار ہی سے ایک آدھ ہفتہ چھٹی نہ مل سکے گی۔"

(موٹر کے ٹھہرنے کی آواز)

نزہت :"وہ آ گئے شاید۔ گاڑی لگی ہے پورچ میں۔"

نگہت :"یہ کیسے ہو سکتا ہے آدھ گھنٹہ پہلے گاڑی کیسے آ سکتی ہے۔"

اسلم :"(داخل ہوتے ہوئے) میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ گاڑی کبھی صحیح وقت پر نہیں آتی۔ شکر ہے کہ آج صرف ایک گھنٹہ لیٹ ہے۔"

نزہت :" تو اسلم میاں تم لوٹ کیوں آگئے "

اسلم :" گویا ایک گھنٹہ تک پلیٹ فارم پہ بیٹھا رہتا یا ٹہل ٹہل کر فلمی دھنیں گنگناتا رہتا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا جب تک گھر ہی چل کر ان چیزوں کے آب و نمک کا اندازہ تو کروں جو بقول نزہت آپا کے لنچ کے لئے تیار کی گئی ہیں "

نزہت :" دیکھو نگہت تم اپنے شوہر نامدار کی ذمہ داری لے چکی تھیں کہ یہ میرا مذاق نہ اڑائیں گے "

نگہت :" مجھ کو اس مذاق کی تو خیر پروا نہیں ہے رشتہ ہی ایسا ہے مگر یہ لنچ کے آب و نمک کا اندازہ کرنے کی دھمکی سُنکر میں بھی سہم گئی ہوں کہ خدا ہی حافظ ہے اب کھانے کی میز کا "

اسلم :" یعنی کمال کرتی ہیں آپ بھی معلوم ہے کہ میں بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ ان کی گاڑی تو خیر لیٹ ہو گئی ہے مگر مجھ پہ کیا مار پڑ رہی ہے کہ میں خواہ مخواہ روزہ رکھے بیٹھا رہوں "

نگہت :" تو آج ذرا سا انتظار ہی کر لیجئے۔ دولہا بھائی آجائیں تو سب ساتھ مل کر کھائیں گے کتنا اچھا معلوم ہوگا تین سال کے بعد آج کھانے کی میز پر رونق ہوگی "

اسلم :" نہیں مجھے ایک اور خیال بھی آرہا ہے کہ فرض کیجئے کہ ٹرین سے ان کے

ساتھ یعنی فرض کیجیئے کوئی ولایتی خاتون بھی اُتریں جن کو فی الحال ظاہر ہے
کہ وہ اپنی پرائیویٹ سیکرٹری ظاہر کریں گے تو اُن خاتونِ محترم کو دیکھ
کر گھر کی فضائیں جن میں کھانے کی میز بھی شامل ہے اتنی خوشگوار نہ رہیں گی
جتنی توقع ہے۔"

نزہت "۔ خیر آپ کی بلا سے، آنے دیجیئے اُن خاتونِ محترم کو مگر میں اس طوفان
کی توقع پر آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی کہ آپ اپنا مال گودام بھر کر
بیٹھ رہیں۔ اس ٹرین نگوڑ ماری کو بھی آج ہی لیٹ ہونا تھا۔"

اسلم "۔ اے ارے کیا غضب کر رہی ہیں آپ۔ پھر وہی نگوڑ ماری قسم کی بات
خدا کے لئے کچھ تو انگریزیت پیدا کیجیئے ایک۔ وہ دن بھی نہیں پورے تین
سال ولایت میں رہ کر وہ آرہے ہیں یہ باتیں سنکر کیا کہیں گے۔"

نزہت "۔ آیا کریں وہ تین سال ولایت میں رہ کر۔ وہ رہ کر آرہے ہیں میں
تو نہیں آرہی ہوں۔"

نگہت "۔ یہ تو آپا آپ کی زبردستی ہے۔ وہ خطوں میں برابر لکھتے رہے ہیں کہ
مجھ کو بھی دیکھنا ہے کہ اس عرصہ میں تم کتنی ترقی کرتی ہو۔"

نزہت "۔ تو اب اور اس سے زیادہ ترقی کیا کر سکتی ہوں کہ بیچاری کھر کر انگریزی
پڑھی۔ گھر کا سارا نقشہ ہی بدل کر رکھدیا اور اب جب سے ان کے آنے کی خبر
سُنی ہے دس بارہ دن تو ہو گئے گھر ٹھیک کرتے کرتے۔"

اسلم: "یہ تو ٹھیک ہے مگر میں تو چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو دیکھ کر حیران رہ جائیں اور کچھ سمجھ میں نہ آسکے کہ وہ ولایت سے آئے ہیں یا آپ"

نزہت: "چلو ہٹو۔ اب بڑے چلے ہیں مجھے بنانے"

اسلم: "اب دیکھیے یہ چلو ہٹو جو آپ نے فرمایا ہے یہ آپ کے شایانِ شان نہ تھا آپ کو اس موقع پر کہنا چاہیئے تھا DON'T BE SILLY"

نزہت: "آپ کے اس مشورے کا شکریہ۔ مگر میں جس حد تک اپنے کو بدل چکی ہوں اس سے زیادہ میرے امکان میں نہیں ہے"

نگہت: "خیر یہ تو مذاق کر رہے ہیں مگر واقعی دولھا بھائی دنگ رہ جائیں گے آپا کو دیکھ کر کہ یہ کیا سے کیا بن گئی ہیں۔ آپا بس ان کو دیکھتے ہی انگریزی جھاڑنا شروع کر دیجیئے گا"

نزہت: "خیر مجھ سے تو یہ چھچھورا پن ہوگا نہیں البتہ اگر انہوں نے صاحبیت جتائی تو پھر دیکھا جائے گا"

(موٹر کی آواز)

اسلم: "موٹر ۔۔۔۔۔ یہ کون آپہنچا؟"

نگہت: "دیکھیے نا باہر نکل کر"

نزہت: "کہیں وہی نہ آپہنچے ہوں"

اسلم: "آپ کا تو وہی عالم ہے کہ۔ ع ۔"

۶۔ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ہے اور آپ ــــــ"

شفقت " (داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم "

نگہت " (خوشی سے چیخ کر) ارے دولہا بھائی "

نزہت " میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہی ہیں "

اسلم " مگر بھائی جان ٹرین تو لیٹ تھی ایک گھنٹہ "

شفقت " جی ہاں اُس نے آدھ گھنٹہ میک اپ کر لیا۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ سب اسٹیشن پہ دھرے ہوں گے۔ اسلم میاں ذرا سامان اتروا کر ٹیکسی والے کو کرایہ دے دو۔ ہاں صاحب۔ اخاہ۔ یعنی یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں کہ بیگم صاحبہ رم لس چشمہ لگائے بیٹھی ہیں یہ کب سے ؟ یہ تو مجھ کو کسی خط میں بھی نہ لکھا "

نگہت " چشمہ ہی نہیں چشم بد دور بہت کچھ دیکھیں گے ابھی آپ "

شفقت " اور یہ تم کو کیا ہو گیا نگہت۔ تم تو کچھ ڈبل روٹی ہوتی جا رہی ہو "

نزہت " اور آپ کو کیا ہوا ہے۔ کافی دبلے ہو کر آئے ہیں "

شفقت " صاحب اول تو میں وہاں ڈنر پہ نہیں بلکہ غالباً آپ کو یاد ہوگا پڑھنے گیا تھا اور پڑھنے میں جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں انسان کو جو میرا ایسا کند ذہن ہو تھوڑی بہت محنت بھی کرنا پڑتی ہے۔ دوسرے میں

ملک میں گیا تھا وہاں آپکے پاکستان کی طرح غلے کی افراط تو ہے نہیں کہ آدمی کو سوائے اناج کے ساتھ دشمنی کرنے کے اور کوئی کام ہی نہ ہو وہاں تو یہ حال ہے کہ کھانے پینے کی ذرا کمی ہے باقی الحمدللہ سب کچھ ہے۔ یہاں کام چور نوالہ حاضر رہنے میں مہارت حاصل تھی وہاں کار آمد نوالہ غائب بنکر زندہ رہنے کا گر سیکھا ہے۔"

اسلم "(آتے ہوئے) تین سوٹ کیس۔ ایک اٹیچی۔ ایک ہینڈ بیگ۔ یہی ہے نا سامان۔"

شفقت "اور کوٹ بھی تھا ایک جو اس تمام سامان سے زیادہ قیمتی ہے۔"

اسلم "وہ تو یہ رہا مطلب یہ کہ بس اتنے ہی عدد تھے نا۔"

شفقت "اور نہیں تو کیا چونکہ آپ کے خیال میں ولایت سے آرہا ہوں لہذا ایک آدھ ٹرک تو ہوتا سامان کا۔ صاحب اتنا ہی سامان بہت سمجھیئے ورنہ مجھ کو تو وہاں یہ شعر بہت یاد آیا کرتا تھا کہ ؎

زینتِ انجمنِ دہر کی تفصیل نہ پوچھ
مختصر یہ ہے کہ میں بے سروساماں نکلا

نگہت "مجھے تو حیرت ہو رہی ہے آپ کی باتیں سُن سُن کر۔"

شفقت "حیرت ہو رہی ہے؟ میری کس بات پہ حیرت ہو رہی ہے۔ میں تو اپنے نزدیک کوئی حیرت والی بات نہیں کر رہا ہوں۔"

اسلم :- حیرت ان لوگوں کو یہ ہو رہی ہے کہ آپ ان کی توقع کے بالکل خلاف ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کو امید تھی کہ آپ پائپ منہ میں دبائے ہوئے آئیں گے اور بہت زیادہ اخلاق برتیں گے تو کہیں گے۔ ہلو۔ مگر آپ تو اردو کے اشعار تک نہیں بھولے "

شفقت :- سبحان اللہ۔ کیا خوب تھا آپ لوگوں کا تصور۔ گویا میں ولایت گیا تھا سیدھے سادھے دماغ کو الٹوانے۔ آپ پائپ کو کہہ رہے ہیں۔ اور میں دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہوتا ہوا آیا ہوں کہ گھر پہنچ کر مدت کے بعد پان تو کھانے کو ملے گا "

اسلم :- پان سے پہلے خدا کے لئے کھانا تو کھا لیجئے۔ میری صحت پہ اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے اور ضعف کی وجہ سے عمر کم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے "

شفقت :- ضرور ضرور بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے۔ راستہ بھر تصور باندھتا ہوا آیا ہوں کہ میری بیوی نے میری قیمہ کی روٹیاں پکوائی ہونگی اور چٹپٹا رائتہ ہوگا ان کے ساتھ کھانے کے لئے "

نزہت :- گڈ لارڈ۔ میں نے تو خانساماں سے کہدیا تھا کہ کوئی مصالحے کی چیز لنچ پر نہ ہو۔ جسٹ اے منٹ میں ابھی کم سے کم رائتہ کا انتظام کرتی ہوں (خالص انگریزی انداز سے پکارتی ہے) بیرا ـــــ

شفقت:۔ "الٰہی خیر ہو۔
یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا
میں تو تم کو اچھا خاصہ چھوڑ کر گیا تھا نزہت"

نزہت:۔ "تو کیا ہُوا مجھ کو اچھی خاصی تو ہوں"

شفقت:۔ "یہ گڈ لارڈ۔ یہ لنچ۔ یہ جسٹ اے منٹ اور سب سے بڑھ کر یہ
(نقل اتار کر) بیرا"

اسلم:۔ "میں تو صاحب یہ کہتا ہوں کہ کمال کا ذہن پایا ہے آپ نے۔ تین سال
میں جس قدر انگریزی انہوں نے پڑھی ہے میں تو اس کو جادو کہوں گا"

شفقت:۔ "وہ تو ٹھیک ہے۔ ان کے انگریزی میں لکھے ہوئے خطوط دیکھ کر
میں ولایت میں خوش ہُوا کرتا تھا۔ مگر انگریزی پڑھنے اور انگریز بننے میں
بڑا فرق ہے انگریزی پڑھنے کے یہ معنی کب سے ہو گئے کہ پڑھو کم بنو زیادہ۔
اور ذرا یہاں تو آنا۔ اور قریب آؤ نا"

نزہت:۔ "توبہ ہے یہ اس بُری طرح مجھے گھور کیوں رہے ہو"

شفقت:۔ "گھور نہیں رہا ہوں بالوں پہ غور کر رہا ہوں۔ اگر میرا حافظہ
آکسفورڈ میں نہیں رہ گیا ہے تو میرا خیال ہے کہ تمہارے بالوں میں تو
گھونگر نہ تھا کبھی۔ یہ کیا ہُوا"

نگہت:۔ "یہ تو دوپہر بنوائے ہیں آپا نے"

شفقت :- تمام بالوں میں یا صرف ——— اسے ——— یعنی ——— گویا بال بھی کٹ گئے :-

نزہت :- پورے بالوں پہ کرل اتنے اچھے نہیں معلوم ہوتے ۔ یا ب تو کروانا ہی پڑتا ہے :-

شفقت :- اے بسا آرزو کہ خاک شد :-

نگہت :- کیوں کیا آپ کو یہ کٹے ہوئے بال پسند نہیں آئے :-

نزہت :- مسز شہاب نے بال کٹوائے تھے تو میں نے کہا کہ ———

شفقت :- میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا نزہت :-

اسلم :- آپ کو تو معلوم ہوتا ہے کہ بیحد صدمہ ہوا ہے جیسے حالانکہ آپ ہی کو ایک چونکا دینے والی خوشی میں مبتلا کرنے کیلئے آپا نے بالوں کی یہ وضع پسند کی تھی :-

شفقت :- مگر آپ کی آپا کو شاید یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں سے سات سمندر پار میری تنہائیوں پہ ان کے وہی گھنیرے بال چھائے رہتے تھے جن کو اب میں دیکھ بھی نہیں سکتا ۔ دن بھر کے مطالعہ کے بعد رات کو جب میں گھر کا تصور لیکر آنکھ بند کرتا تھا تو ان کے بالوں کی گھنگھور گھٹائیں میرے تصورات میں اُمنڈ تی تھیں اور مجھ کو ایسا محسوس ہوتا تھا

کہ جیسے میں ان بالوں کی بھینی بھینی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ مگر خواب کی کچھ اُلٹی تعبیر ملی۔"

نزہت:۔ "ہائے تو مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ولایت میں رہ کر بھی اُن ہی مشرقی بالوں کو پسند کروگے۔"

شفقت:۔ "مجھ پر اگر مشرقی دل آویزی کا تسلط نہ ہوتا تو میں تنہا واپس نہ آتا۔ اس قسم کے کٹے ہوئے پیچ و خم کھائے ہوئے۔ اُلجھے سُلجھے بالوں کی وہاں بھی کمی نہ تھی البتہ کمی تھی اُن حسین بالوں کی جو میری قسمت سے اب یہاں بھی نہیں ہیں۔"

نگہت:۔ "تو کیا ہوا۔ پھر بڑھ جائیں گے بال۔ اب آپ اتنے دنوں کے بعد آئے ہیں تو ذرا سے بالوں کے لئے اپنا دل اس طرح میلا نہ کیجئے۔"

شفقت:۔ "یہ اچھی او ھر دینا اسلم میاں۔ مگر ہٹئے وہ اب کیا کرونگا۔ میں پیرس سے اُن ہی حسین بالوں کے لئے عجیب عجیب موباف جوڑے کیلئے پھول اور کانٹے خرید کر لایا تھا اور دل ہی دل میں خوش تھا کہ ان بالوں کو طرح طرح سے سجا کر دیکھونگا۔"

نزہت:۔ "ہائے اللہ اب تو ہو گیا جو کچھ ہونا تھا مگر یہ بال بڑھ بھی تو سکتے ہیں۔"

شفقت:۔ "ایڑی تک پہنچنے والی چوٹی کے ساتھ یہ بھر بھی کہتے تم کو ترس بھی نہ

آپا۔ یہ کتنی بڑی نعمت خدا نے تم کو دی تھی نزہت۔

اسلم:۔ لاحول ولا قوۃ شفقت بھائی۔ بس اب ختم کیجئے نانا باؤں کے سوگ کو پھر بڑھ جائیں گے بال"

شفقت:۔ وہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ بڑھ جائیں گے مگر ؎

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

نزہت:۔ "اب مجھ کو زیادہ پشیمان نہ کرو" (رو دیتی ہے)

نگہت:۔ "لیجئے وہ رو دیں"

شفقت:۔ "حالانکہ رونا مجھ کو چاہیئے تھا ——"

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

(غالب کے وظائف)

(دور پر کچھ چیزوں کے گرنے کی آواز اور
میر صاحب ملازمہ کو ڈانٹتے ہیں۔)

میر صاحب: (دور پر چیختے ہیں) لے جاؤ اس کو۔ دور ہو میرے سامنے سے۔

گلشن: (دوڑی ہوئی مائیکروفون کے قریب آتی ہے) ناک میں دم کر رکھا ہے ان میر صاحب نے تو اور بھی۔ ہزار مرتبہ تم سے کہا کریم کہ آنکھیں کھول کر چیزیں دیا کرو۔ بال کی کھال نکالتا ہے موا۔"

کریم: "روٹیاں لگی ہیں میر صاحب کو اور تو میں کیا کہوں۔ تو کیا سارے چائے کے برتن توڑ دیئے۔"

گلشن: "ٹرے میرے ہاتھ سے چھین کر اچھال دی کہ آدھے تیتر آدھے بٹیر

برتن کیوں ہیں۔ باقاعدہ سٹ میں چائے کیوں نہیں لاتے۔ اللہ کی مار
نہ جانے کہاں سے آمرا ہے۔ ہاتھ دھو کر پیچھے ہی پڑ گیا ہے بیرے "

کریم "صرف تمہارے ہی نہیں میرے بھی تو پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اللہ جانتا ہے
گلشن میں نے اس کو خود دیکھا ہے بازار کے چائے خانہ میں کنڈا ٹوٹی پیالی
میں چائے پیتے ہوئے اب دماغ ہی نہیں ملتا۔ ہمارے صاحب نے کبھی آدھی
بات بھی نہیں کہی "

گلشن "اللہ ان کو رہتی دنیا تک سلامت رکھے۔ ایسے مالک بھی قسمت ہی
سے ملتے ہیں۔ مگر یہ تو نگوڑ مارا جان کا عذاب ہو گیا ہے "

کریم "سچ پوچھو تو اس میں بھی قصور صاحب ہی کا ہے کہ آنکھیں بند کر کے اس
کو سیاہ سفید کا مالک بنا دیا ہے اور یہ ٹھہرا کمبخت چھچھورا، زمین پیر
ہی نہیں رکھتا "

گلشن "کل کہہ رہا تھا مجھ سے۔ اگر میں نہ ہوں تو نہ جانے اس گھر کا کیا حشر
ہو۔ بیرسٹر صاحب کو تو کوئی فکر ہی نہیں ہے گھر کی اور جب سے میں آگیا ہوں
وہ اور بھی بیفکرے بن کر رہ گئے ہیں "

کریم "جی اور کیا بھول گئے وہ دن کہ چیتھڑے لگائے پھرتے تھے اور دن بھر
موچی کی خوشامد کرتے تھے تو شام کو وہ قرض پر جوتیاں گانٹھ دیتا تھا۔
دعا دیجئے ہمارے صاحب کو کہ خاک سے پاک کر دیا "

گلشن "مگر یہ تو وہ ٹھیک کہتا ہے مُوا کہ صاحب نے سب کچھ اسی پر چھوڑ رکھا ہے۔ جانے اس نے کونسی پٹّی پڑھائی ہے"

کریم "وہ تو یہ چاہتا ہے کہ صاحب کو سب بھول ہی جائیں اور اسی کو سب کچھ سمجھیں۔ اکڑ دیکھ رہی ہو آجکل۔ ململ کے کُرتے ہیں بُراق جیسے۔ اعلیٰ درجے کے لٹھے کے پاجامے ہیں۔ کلّے میں ٹھنسی ہوئی گلوری"

گلشن "چپ رہو۔ وہ اسی طرف آرہا ہے مُوا"

میر صاحب "(آتے ہوئے) صاحب یہ تماشہ کیا کر رہا ہے۔ یہ لنگر ہے جناب۔ کوئی محتاج خانہ نہیں ہے۔ کوئی یتیم خانہ نہیں ہے۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جب آپ اپنے مالک کے سب سے عزیز دوست۔ میر تفضل حسین کو۔ میرا مطلب یہ کہ مجھ کو۔ ارے بھئی اب دوست کہو یا عزیز کہو یا بھائی کہو۔ جو کچھ کہو وہ میں ہی تو ہوں ان کا۔ جب آپ لوگ مجھ کو ان برتنوں میں چائے دیں گے تو دوسروں کا تو گویا خدا ہی حافظ ہے۔ کل وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ بھائی صاحب اگر یہ ملازم مناسب نہ ہوں تو دوسرے رکھ لیجئے۔ مگر میں نے ان سے صاف کہدیا ملازم میری مرضی کے مطابق ہیں ورنہ تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ مجھ کو بھی سٹ میں لگا کر چائے نہیں دی جاتی"

کریم "صاحب نے خود ہی تو منع کیا تھا کہ گھر کے روزمرہ کے استعمال کے لئے سٹ

نکالے جائیں۔"

رسا حب "یہ غلط ہے۔ صاحب میرے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ وہ مجھ کو اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں۔ میرے اشاروں پر چلتے ہیں اور صاحب یہ واقعہ ہے کہ جتنا خیال وہ میرا کرتے ہیں اگر میرا حقیقی چھوٹا بھائی بھی ہوتا تو شاید اتنا ہی خیال کرتا، ناممکن ہے جناب کہ بغیر میرے پوچھے کوئی بات کر تو لیں۔ اور صاحب تالی تو دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، میں بھی اگر بچوں کی طرح ان کا خیال نہ رکھوں تو ——

(ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے)

ٹیلیفون ایلیمے شاید۔ ٹھہرو۔ میں خود سنتا ہوں —— (رسیور اٹھا کر) ہلو۔ میں بول رہا ہوں میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی —— جی —— جی ہاں جی ہاں۔ میں مسٹر عبدالعزیز بار ایٹ کے بنگلہ ہی سے بول رہا ہوں عرض کیا نا کہ میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی ہے جی بیرسٹر ایٹ لا صاحب کا دوست کہیے یا بڑا بھائی کہیے سب کچھ میں ہی ہوں —— جی ہاں —— جی ہاں۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے مجھ ہی سے فرمائیے۔ وہ بغیر میرے مشورے کے کچھ نہیں کرتے —— تو آپ —— تشریف لے آئیں —— جی —— جی —— یہاں آکر پوچھ لیجیے گا میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی —— میرا ہرا کیا نو کر

آپ کو میرا نام بتا دیگا۔ اور جناب کا نامِ نامی اسمِ گرامی؟ —— جی
کیا فرمایا مس فاروقی —— یعنی مس؟ —— جی —— جی —— تو
آپ تشریف لے آئیے میں انتظار کرونگا آپ کا —— (ریسیور رکھ کر
آواز دیتا ہے) اے بھئی گلشن۔ کریم!
گلشن:۔ (آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا آپنے "
میر صاحب:۔ ہاں اور کریم کو بھی۔ ذرا ان کو بھی بلائیے نا اگر زحمت نہ ہو تو
بلکہ ٹھہرو میں خود بلاتا ہوں (آواز دیتا ہے) کریم "
کریم:۔ (دور سے) آیا جناب "
میر صاحب:۔ دیکھو بھئی گلشن۔ مگر خیر۔ وہ بھی آجائیں کریم تو کہوں "
کریم:۔ (آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا آپ نے "
میر صاحب:۔ ہاں وہ بات یہ تھی کہ ابھی ایک خاتون آئیں گی۔ خاتون جانتے
ہو نا۔ یعنی ایک عورت ہوں گی وہ مس فاروقی ان کا نام ہے وہ میرا نام
لے کر پوچھیں گی کہ میر تفضل حسین نقاش ہا پوڑی کہاں ہیں تو ان کو لے کر
سیدھے میرے کمرے میں آجانا اور پھر ذرا تمیز سے چائے لیکر آنا۔
سمجھ گئے "
کریم:۔ جی ہاں سمجھ گیا سٹ میں چائے لیکر آؤنگا "
میر صاحب:۔ میاں گھامڑ ہو تم تو۔ چائے سے مطلب یہ ہے کہ کچھ ناشتہ

بھی وہ بہت اونچے طبقہ کی خاتون ہیں میرے خاص مراسم ہیں اُن سے بہت بڑے افسر کی بیوی ہیں۔ مگر نہیں وہ تو مس ہیں۔ میرا مطلب یہ کہ بہت بڑے افسر کی بیوی بننے والی ہیں نہایت ادب سے لانا میرے پاس۔ سمجھ گئے ——"

گلشن "جی ہاں سمجھ گئی آپ اطمینان رکھیئے"

میر صاحب "میں جب تک کپڑے بدل لوں تم اُن کے آنے کا خیال رکھنا"

(جاتا ہے)

کریم "آیا وہاں سے ہاپوڑی بنکہ پاپڑ والا کہیں کا"

گلشن "اب گیا ہے کپڑے بدلنے خضاب بھی لگائے شاید"

کریم "جو چاہے کرے نظر آئے گا وہی چیڑی مار کا چڑی مار۔ نفرت ہے مجھے اس شخص کی صورت سے اور مجھ کو تو نظر یہ آتا ہے کہ کسی دن ہو جائیں گے دو دو ہاتھ اس سے۔ کہتا ہے گھامڑ مجھے اور خود نسلوں سے چلا آ رہا ہے گھامڑ"

گلشن "نہ جانے اس مردوے نے صاحب پہ کیا جادو کر رکھا ہے"

کریم "جادو کیا کر رکھا ہے بیچارے شریف آدمی ہیں۔ یہ خود ہی امر بیل کی طرح آ کے چپک گیا ہے۔ خیر صاحب تو کچھ کہیں گے نہیں مگر میں کر دوں گا مرمت اس کی کسی دن"

گلشن "نہیں تم نہ لگنا اس کے مُنہ اپنی عزت اپنے ہاتھ"
کریم "نوکری کی ہے کوئی عزت تو بیچی نہیں ہے کہ ایسے ایرے غیروں کی بھی باتیں سنتے رہیں"
مس فاروقی " (آتے ہوئے) دیکھو بیرا ——— وہ ہیں کیا نام اُن کا میر تفضل حسین صاحب نقاش"
کریم "جی ہاں ہاں پوڈری صاحب۔ تشریف لایئے۔ گلشن تم بیگم صاحب کو پہنچادو"
گلشن "آیئے بیگم صاحب وہ اپنے کمرے میں آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں"
میر صاحب "(آتے ہوئے) ارے کوئی ہے۔ کریم ——— یعنی ——— اخاہ ——— آپ؟ ——— آپ مس فاروقی ہیں نا"
مس فاروقی "جی ہاں میرا نام مس فاروقی ہے"
میر صاحب " اور میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڈری ہے۔ تشریف لایئے مجھ کو بے انتہا مسرت ہوئی ہے آپ سے مل کر۔ یعنی آپ کے چہرے پر وہ تمام ذہانت موجود ہے جو ہونا چاہیئے ہر ایک پڑھی لکھی خاتون کے چہرے پر۔ تشریف رکھیئے۔ یہ دراصل ایک قسم کا خانہ بے تکلف ہے۔ جی تو اب فرمایئے کہ کیسے آنا ہوا"

مس فاروقی: "مجھ کو اصل میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں بیرسٹر صاحب سے مشورہ کرنا تھا"

میر صاحب: "آپ کا مطلب ہے قانونی مشورہ؟ جی۔ اے بھئی مقدمہ کے سلسلہ میں جو مشورہ ہوگا وہ ظاہر ہے کہ قانونی ہی ہوگا تو کیا ہے وہ مقدمہ"

مس فاروقی: "اب میں آپ سے کیا عرض کروں آپ تو بیرسٹر صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کر دیجیے میں ان سے گفتگو کر لونگی"

میر صاحب: "میں آپ سے عرض کروں محترمہ کہ ابھی وہ آئے ہیں کورٹ سے بلکہ ہائی کورٹ سے۔ صبح سے کھل تک اُڑ کر منہ میں نہیں گئی ہے جب آئے ہیں تو چہرے پہ ہوائیاں اُڑ رہی تھیں میں نے تو صاحب بہت ڈانٹا کہ یہ کیا طریقہ ہے۔ اے صاحب جان ہے تو جہان ہے۔ ایسی پریکٹس گئی بھاڑ میں کہ انسان کو نہ کھانے کا ہوش رہے نہ پینے کا۔ میں نے تو ان سے کہدیا ہے کہ اگر یہی کیفیت رہی تو میں بیرسٹری چھڑوا دونگا اُن سے۔ بمشکل تمام تھوڑا سا کچھ کھلا پلا کر زبردستی لٹایا ہے بستر پہ کہ کمر سیدھی کر لو"

مس فاروقی: "تو آپ نے ناحق بلایا مجھ کو اس وقت میں پھر کسی وقت آجاتی"

میر صاحب ”میں عرض کروں آپ سے محترمہ۔ شاید آپ کو یہ نہیں معلوم کہ برادر عزیز میاں عبد العزیز بار ایٹ لا۔ بغیر میرے مشورے کے کوئی کام نہیں کرتے“

مس فاروقی ”کمال ہے صاحب۔ میں عرض کر رہی ہوں کہ یہ کوئی بھی کام نہیں بلکہ ایک قانونی مشورہ ہے“

میر صاحب ”وہ تو میں سمجھ گیا۔ مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ آنعزیز کی سعادتمندی کا یہ عالم ہے کہ مقدمات بھی بغیر میرے مشورے کے نہیں لیتے، اب رات ہی کا قصہ ہے کہ ایک خون کے مقدمہ کے لئے بحث تیار کر رہے تھے اور قدم قدم پر مجھ سے مشورہ کرتے جاتے تھے“

مس فاروقی ”یہ تو صاحب نئے قسم کی وکالت ہے کہ وہ بیرسٹر ہو کر آپ سے مشورہ کرتے ہیں کیا آپ بھی وکیل ہیں“

میر صاحب ”حیرت کی سب سے بڑی بات تو یہی ہے محترمہ کہ نہ میں وکیل نہ قانون کے آس پاس مگر ان کا خیال میرے متعلق یہی ہے کہ میں کچھ قانونی سوجھ بوجھ رکھتا ہوں۔ جتنے مقدمات آتے ہیں پہلے میں معاملات طے کرتا ہوں پھر میں ان کو سمجھا دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ وہ صرف میری بات سمجھتے ہیں“

(بیرسٹر صاحب آتے ہوئے)

بیرسٹر صاحب۔ "میں سمجھا تھا آپ کہیں باہر گئے ہیں"۔

میر صاحب۔ "نہیں میں تو یہیں تھا ذرا ان محترمہ سے کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ ابھی آیا ایک منٹ میں (مس فاروقی سے) ذرا معاف کیجئے گا ابھی حاضر ہوا"۔

(جاتے ہیں)

بیرسٹر صاحب۔ "(سرگوشی میں) کون ہیں یہ"۔

میر صاحب۔ "تم چلو اپنے کمرے میں میں ابھی آیا ان سے بات کر کے شاید طے ہو جائے۔ ان کو تیار کر رہا ہوں کہ مقدمہ چلا دیں اور تم کو اپنا وکیل بنا لیں"۔

بیرسٹر صاحب۔ "مگر یہ ہیں کون"۔

میر صاحب۔ "میں ابھی ان سے بات کر کے ساری تفصیل بتا دونگا۔ تم چلو تا اپنے کمرے میں (جاتے ہیں۔ پھر ما ئیکروفون کے قریب آتے ہوئے) ہاں ہاں میں سب طے کئے لیتا ہوں"۔

مس فاروقی۔ "اگر میں غلطی نہیں کر رہی ہوں تو یہی تھے بیرسٹر صاحب"۔

میر صاحب۔ "جی ہاں یہی ہیں عزیز القدر میاں عزیز بار ایٹ لا۔ میں پہلے آپ کا ذکر کیا تھا تو کہنے لگے کہ بھائی صاحب آپ ہی طے کر لیں۔ تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ مقدمہ کی نوعیت کیا ہے"۔

مس فاروقی۔ "صاحب مقدمہ کی نوعیت یہ ہے کہ ———"

میر صاحب " ٹھہریئے ذرا میں چائے منگا دوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر سنوں"

مس فاروقی " جی نہیں بس چائے نہیں ہو گی "

میر صاحب " صاحب سخت شکایت ہو گی مجھے۔ بخدا آپ اندازہ نہیں کر سکتیں کہ مجھ کو کس قدر مسرت ہوئی ہے آپ کے یہاں آنے سے۔ اور میاں عزیز بھی کہیں گے کہ میں نے چائے تک کو نہ پوچھا (آواز دیتا ہے) ارے کریم "

کریم " (آتے ہوئے) آیا صاحب ——— (قریب آکر) مجھے بلایا "

میر صاحب " بھئی عجیب بیہودہ ہو تم۔ چائے کے لئے جو کہا تھا "

کریم " چائے کے لئے تو کہا تھا مگر یہ بیہودہ کیا ہوتا ہے۔ زبان ہی قابو سے باہر ہے "

میر صاحب " کیا مطلب یعنی یہ تم مجھ سے بات کر رہے ہو میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی سے۔ مجھ کو تم نے سمجھا کیا ہے "

کریم " سب سمجھ چکا ہوں اور بہت غم کھایا۔ ذرا زبان کو لگام دیکر بات کیا کرو۔ وہی مثل کہ منہ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال "

میر صاحب " سخت گستاخ ہو تم۔ نکل جاؤ یہاں سے یعنی یہ مجھ سے بات کر رہے ہو۔ جانتے ہو کون ہوں میں "

کریم " اجی خوب جانتا ہوں دعا دو صاحب کو ورنہ تم تھے ہی کیا۔ وہی

مثل کہ ؎

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

میر صاحب" وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یعنی میری کچھ آبرو ہی نہیں ۔ ذرا سُن لیجئے مس فاروقی اس پاگل کی بات

ابھی بتاتا ہوں تم کو کہ میری آبرو کیا ہے ۔ خبر لیتا ہوں تمہارے صاحب

کی جن کے تم ملازم ہو ۔ ٹھہریئے گا ذرا مس فاروقی میں ابھی آیا"

بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں

پر کچھ اب کے سرگرانی اَور ہے

{ شنّو اپنے کمرے میں پیانو بجا رہی ہے کہ
مسعود گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے }

مسعود:" (داخل ہوتے ہوئے) شنّو! میں نے کہا شنّو۔ لاحول ولاقوۃ تم یہاں بیٹھی گا رہی ہو اور وہاں قیامت آچکی ہے۔"

شنّو:" قیامت؟"

مسعود:" ہاں ہاں قیامت۔ تمہاری بھابی نے تمام سامان باندھ لیا ہے میں ہاتھ جوڑ چکا۔ اُٹھا بیٹھی کرچکا۔ ناک سے لکیریں کھینچ چکا۔ مگر وہ ایک نہیں سنتیں۔ خدا کے واسطے اُن کو سمجھاؤ وہ صرف تمہاری بات مانتی

ہیں "

ششنو " مجھے سمجھا تو دیجئے بات کیا ہے۔ آخر۔ سامان باندھ لیا ہے۔ بات نہیں مانتیں۔ میں کچھ نہیں سمجھی آپ کیا کہہ رہے ہیں "

مسعود " ارے بھئی خدا کے واسطے اس وقت کند ذہن نہ بنو۔ سامان جو ہوتا ہے نا بس وہی باندھ لیا ہے۔ یعنی بکسوں میں کپڑے بند کر لئے۔ بستر باندھ لیا۔ اور۔ اور مطلب یہ کہ وہ بالکل پا بہ رکاب ہیں "

ششنو " آخر بات کیا ہوئی۔ کچھ لڑائی ہو گئی ہے آپ سے "

مسعود " ارے بھئی مجھے کوئی کتے نے کاٹا ہے جو خواہ مخواہ لڑنے بیٹھ جاتا "

ششنو " تو کیا ان کو کتے نے کاٹ لیا ہے کہ خواہ مخواہ جا رہی ہیں "

مسعود " بھئی لاحول ولا قوۃ۔ اب یہ کتے کے کاٹنے کی تحقیقات بعد میں کرنا فی الحال تو اُن کو روکو جا کر "

ششنو " مسعود بھائی میں جانے سے کب انکار کر رہی ہوں مگر جا کر کہوں گی کیا؟ کچھ تو مجھے معلوم ہو "

مسعود " جان بوجھ کر نادان بن رہی ہو۔ ارے بھئی بات کیا ہوئی وہی پرانی بات "

ششنو " رات کو آپ کس وقت آئے تھے گھر؟ "

مسعود " یہی تو قیامت ہو گئی کہ رات کو پھر میں دو بجے سے پہلے گھر نہ آیا "

شنّو" اور بھابی سے کہہ کر بھیج نہ گئے ہوں گے کہ دو بجے واپسی ہوگی"
مسعود" تو کیا میں علم غیب پڑھے ہوئے تھا کہ جب میں نو بجے گھر آنے کے لئے اعجاز کے یہاں سے رخصت ہوں گا تو راستہ میں مجھ کو دیکھا دو اور انعام وغیرہ مل جائیں گے اور وہ زبردستی مجھ کو تاش کھلائیں گے اور میں اتنا ہاروں گا۔ کہ اُٹھ نہ سکوں جب تک پائی پائی ختم نہ ہو جائے"
شنّو" مسعود بھائی اس بات پر آپ کو خود معلوم ہے کہ کیسی کیسی ناریخی لڑائیاں ہو چکی ہیں۔ اور کیسی کیسی خوشامد کر کے ہیں صلح صفائی کرا چکی ہوں۔ اور پرسوں تو میں نے بھابی سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یہ آخری موقع ہے اب میں بیچ میں نہ پڑوں گی"
مسعود" تو گویا جانے دوں اُن کو۔ یاد رکھو شنّو کہ اگر وہ چلی گئیں تو پھر ہرگز واپس نہ آئیں گی جانتی ہو ان کی ضد کو"
شنّو" اُن سے زیادہ ضدی تو آپ ہیں کہ آئے دن کے جھگڑے ہوتے ہیں۔ رنجشیں بڑھ رہی ہیں۔ مگر آپ کی وضعداری میں فرق نہیں آتا۔ وہی آدھی آدھی رات کو واپس آنا اور ہر روز ایک نیا خرخشہ"
مسعود" صاحب یہ لعنت ملامت بعد میں کر لینا مگر اس وقت تو اُن کو روکو۔ پرسوں ارشد کی شادی ہے۔ یہ اگر چلی گئیں۔ تو کیسی بدنامی ہوگی میری اور کیا کہتا پھروں گا۔ میں ایک ایک سے"

(دوسرے تاج کی چیخنے کی آواز آتی ہے)

تاج "یہ نہیں ملتا ڈرائیور تو ٹیکسی لاؤ - ورنہ میں تانگے پر جاتی ہوں"

مسعود "(شنّو) سُن رہی ہو - میں نے تو اتنا غصّہ کرتے ہوئے ان کو کبھی دیکھا ہی نہیں - جل تو جلال تو صاحب کمال تو آئی بلا کو ٹال تو"

شنّو "بات یہ ہے کہ حد ہوتی ہے نا ہر بات کی - آپ نے بھی تو کمال کر رکھا ہے"

مسعود "للّٰہ اس وقت مجھے نہ سمجھاؤ - یہ وقت ان کو سمجھانے کا ہے"

شنّو "اچھا چلئے میں چلتی ہوں"

مسعود "کون چلے میں؟ نہ بابا - مجھ میں اب اتنی جرأت نہیں کہ ان کے سامنے جاؤں تم جاکر ذرا پارہ نیچے لاؤ تو میں بھی آجاؤنگا - ورنہ مجھ کو دیکھ کر وہ اور بھی مشتعل ہوں گی"

شنّو "آپ کو معلوم نہیں وہ رات بھر مسلسل ٹہلتی رہی ہیں ایک منٹ کے لئے نہیں سوئیں اور ایسی راتیں وہ خدا جانے کتنی گزار چکی ہیں"

مسعود "دیکھو شنّو - فرض کر لو کہ میں اُن سے جھوٹ بول سکتا ہوں - مگر میرا اور تمہارا تو جھوٹ بولنے کا رشتہ نہیں ہے - لہٰذا یقین جانو کہ میں آج کے بعد سے اگر نو بجے کے بعد باہر رہوں تو جو چور کی سزا وہ میری مگر اس وقت تم ان کو سمجھا بجھا کر روک لو"

شنو: دیکھئے کوشش کرتی ہوں!"

(جاتی ہے اور تاج کی آواز قریب آتی جاتی ہے)

تاج: میلے کپڑے الگ باندھ لو۔ جلدی کرو میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ڈرائیور کو بھی آج ہی مرنا تھا۔"

شنو: (قریب آکر) یہ سامان کس کا بندھ رہا ہے بھابی؟"

تاج: میرا ہے سامان (نوکر سے) میں کہتی ہوں جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ۔ یہ چیزیں اٹیچی میں رکھو۔ یہ اُس سوٹ کیس میں۔ یہ کاسمیٹکس میں۔"

شنو: مگر۔ ؎

اے جانِ قیس تیرا ارادہ کدھر ہے آج

تاج: جہنم کی طرف۔ (نوکر سے) بڑے بکس کو بند کر کے سوٹ کیس کے پاس رکھو۔

شنو: یا اللہ۔ سیدھے منہ بات ہی نہیں ہو رہی ہے۔ کچھ معلوم تو ہو کہ کہاں کا پروگرام بن گیا ایک دم سے؟"

تاج: خدا کے فضل سے ابھی میرا میکہ آباد ہے۔ بے وارثی نہیں ہوں کہ یہاں پڑی چوکیداری کرتی رہوں۔ جب تک برداشت کر سکی پڑی رہی مگر جب پانی سر سے گذر گیا تو۔ ؟ ع۔

٦- بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

ذرا کمرے سے غفور جا کر دیکھو شکیبی آئی کہ نہیں!

شفو: "آخر بات کیا ہوئی بھابی۔ کچھ مسعود بھائی سے اَن بن ہو گئی۔"

تاج: "مجھ سے کسی کی اَن بن نہیں ہوئی۔ میں ان کی راہ کا کانٹا بن کر رہنا ہی نہیں چاہتی۔ اب وہ شوق سے رات رات بھر گھر کا رُخ نہ کریں۔"

شفو: "بھئی حد کر دی ہے بھائی جان نے بھی۔ تو کیا رات کو پھر ـــــ"

تاج: "ڈھائی بجے تشریف لائے ہیں۔ انسان ہوں میں بھی۔ کوئی جن نہیں ہوں کہ ساری ساری رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹ دوں۔ اپنی سی ہر کوشش کر کے تھک گئی مگر ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔"

شفو: "آپ کیا کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر اس کا علاج یہ تو نہیں ہے کہ آپ گھر چھوڑ کر چلی جائیں۔"

تاج: "صرف یہی علاج ہے۔ میں یہاں رہ کر آخر اپنے کو کب تک جلاؤں کب تک راتوں کی نیند حرام کروں۔ آسمان کے تمام تارے تو گنوا دیئے آپ کے بھیا نے اب آخر اور کیا چاہتے ہیں۔ میں تو اب ایک منٹ بھی اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔"

شنّو "آپ کا غصّہ ٹھیک ہے۔ بھابی مگر طریقہ کار غلط ہے اس طرح تو آپ ان کو اور بھی اپنا ناس مارنے کے لئے آزاد کر دیں گی۔ سزا دیجئے تا اُن کو وہ سخت سے سخت سزا کے مستحق ہیں"

تاج "میں کون ہوئی ہوں سزا دینے والی ان کو پرواہی کب ہے میری (نوکر سے) دیکھو اگر اب بھی ڈرائیور نہ آیا ہو اور ٹیکسی نہ آئی ہو تو تم دو تانگے پکڑ لو۔ جلدی کرو دلبر (اب"

شنّو "میری ایک بات سن لیجئے۔ پھر آپ کو اختیار ہے"

تاج "بس سن چکی تمہاری باتیں بھی۔ اُس روز جب قوالی کی محفل کا بہانہ کر کے رات کے تین بجے آئے ہیں۔ کیسے کیسے وعدے کئے تھے اور تم نے ان کی طرف سے کیسا کیسا مجھ کو سمجھایا تھا۔ دوسرے ہی دن پھر آدھی رات کو وہی قیامت آئی تھی جب آپ کے بھیّا نے فرمایا تھا کہ کسی کے جنازے میں شرکت کے لئے گئے تھے"

شنّو "حالانکہ جن صاحب کا انتقال ہوا تھا وہ دوسرے دن خود ہی ملنے آ گئے تھے"

تاج "ایک جھوٹ ہو تو کہا جائے مان کو ہر رات دو تین بجے آنا ہے اور ہر مرتبہ ایک نیا بہانہ تراشنا ہے اور ایک جھوٹ کے لئے دس ہزار جھوٹ بولنا۔ سچ کہتی ہوں کہ زندگی سراپا جھوٹ بن کر رہ گئی ہے اور مجھ

کو تو اب ہر سچ پر جھوٹ کا یقین ہونے لگا ہے"۔

شنو "یہ ٹھیک ہے بھابی مگر ضرورت اصلاح کی ہے نہ کہ ان کو آپ جاکر اور بھی آزاد چھوڑ دیں گی کہ جو کمی باقی رہ گئی ہے اس کو بھی پورا کرلیں اور ناقابل علاج بن جائیں"۔

تاج "وہ بن چکے ہیں ناقابل علاج۔ اب ناممکن ہے اصلاح۔ وہ سنبھل نہیں سکتے۔ یہ گھر میری وجہ سے اب تک قائم تھا اور اب دیکھ لینا کہ کیسا اجڑتا ہے یہ بھرا پڑا گھر۔ اُن کی صحت خراب ہو چکی ہے۔ اُن کے دوست اُن کے لئے مقدم ہیں۔ اور اُن دوستوں کو میں خوب جانتی ہوں کہ کس قماش کے ہیں۔ ایک سے ایک چھٹا ہوا لوفر، لفنگا، قمار باز"۔

شنو "بھابی میں خوب جانتی ہوں اور گلے گلے پانی میں آپکے ساتھ ہوں آپ کی ہر شکایت ٹھیک ہے۔ مگر دیکھئے نا"۔

تاج "میں اب کچھ دیکھنا نہیں چاہتی جو کچھ قسمت کو دکھانا تھا وہ دکھا چکی۔ جو میرے مقدر میں لکھا تھا وہ پورا ہوا۔ جب تک میں برداشت کر سکی برداشت کیا مگر اب میرے لئے ناممکن ہے کہ ضبط کر دوں (نوکر سے) کیوں آگئی ٹیکسی۔ اچھا تو اٹھاؤ یہ سوٹ کیس اور یہ بکس اور بستر"۔

شنو "ٹھہریئے تو سہی۔ میری ایک بات سن لیجئے"۔

تاج "بہت سن چکی۔ تمہاری ہی باتیں سن سن کر آج تک یہ نوبت دیکھنے

کو موجود رہی۔ بڑی ذمہ دار بنی تھیں تم اپنے بھیا کی، روک نہ لیا اُن کو چھوڑ دیا
نہ دی اُن کی عادت۔"

شنوؔ: "مگر اب وہ سخت نادم ہیں۔ وہ سچے دل سے نادم ہیں۔ ٹھہریئے میں اُن
کو خود بلاتی ہوں۔ اگر وہ آپ کو مطمئن نہ کر سکیں تو آپ کو اختیار ہے۔"

تاجؔ: "وہ مجھ کو قیامت تک مطمئن نہیں کر سکتے۔ ان کے وعدے جھوٹے۔
اُن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کی ہر شرمندگی وقتی اور غیر مستقل۔
وہ بھلا مجھے کیا مطمئن کریں گے۔"

شنوؔ: "پھر بھی شاید آپ کو وہ یقین دلا سکیں (آواز دیکر) مسعود بھائی ہیں
نے کہا مسعود بھیا۔"

مسعودؔ: "(آتے ہوئے) آ رہا ہوں۔ ابھی آیا۔"

تاجؔ: "شنوؔ اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا میں جو طے کر چکی ہوں وہ پتھر کی لکیر
ہے میں اب یہاں ہرگز نہ رہوں گی۔"

مسعودؔ: "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے بخدا کہ میں کن الفاظ میں آئندہ کیلئے
وعدہ کروں۔"

تاجؔ: "جی ہاں الفاظ تک ختم ہو چکے مگر وعدہ خلافیاں ختم نہیں ہوئیں۔"

مسعودؔ: "مگر مجھ کو بخدا اِس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میری کمبختیاں تم کو اس حد
تک مجھ سے بیزار کر دیں گی۔ یہ دن میرا ہی لایا ہوا ہے۔ اور میں ہوائے

اپنے سوا کسی اور کا قصور نہیں دیکھتا"

"تاج بدشکریہ آپ کی اِس خود نگری کا۔ مگر شرمندگی کا یہ بہروپ اب مجھے متاثر نہیں کر سکتا۔ اِس سے زیادہ خوبصورت ڈرامائی اور شاعرانہ الفاظ میں پہلے بھی سُن چکی ہوں (نوکر سے) اُٹھاتا کیوں نہیں سامان کھڑا میرا مُنہ کیا تک رہا ہے"

مسعود:- میں اور کچھ نہیں کہتا صرف ایک آخری بات یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کا بہر حال پندرہ برس کا ساتھ ہے۔ اِسی دیرینہ ساتھ کا واسطہ دے کر صرف یہ رعایت چاہتا ہوں کہ تم خود مجھ کو وہ الفاظ بتا دو جو میں تم سے کہہ کر تم کو مطمئن کر سکوں"

شنو:- بھابی۔ اب ان الفاظ کے بعد آپ کا دل پسیج جانا چاہیئے"

"تاج بد:- شنو کمال کر رہی ہو تم۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ یہ قصہ اب تک اِس قسم کی اپیلوں کی حدوں میں ہے۔ میں یہ سب منزلیں سر کئے بیٹھی ہوں۔ یہ میٹھے میٹھے الفاظ یہ رقت انگیز مکالمے یہ آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے جملے۔ یہ گلوگیر فقرے یہ سسکیاں بھری ہوئی ترکیبیں، غرض اپنے ترکش کے تمام تیر یہ پہلے ہی آزمائے بیٹھے ہیں۔ ذرا غور تو کرو یہ ایک ہی قسم کی چھیالیسویں لڑائی ہے"

مسعود:- ہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ ــــ

بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے

تاج "اور میں کہتی ہوں

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے

مسعود "کیا ٹھانی ہے۔ خدا کے واسطے اب کچھ اور نہ ٹھان بیٹھنا میں جانتا ہوں تمہاری ضد کو اور دیکھ رہا ہوں تمہارے غصہ کو۔ آخر معلوم تو ہو کہ کیا ٹھانی ہے اب"

تاج "ٹھانی یہ ہے۔ کہ میں اب ہرگز یہاں نہیں رہ سکتی"

مسعود "تو گویا اب میں اپنے تمام دوستوں کے لئے زندہ درگور ہو کر گھر میں قید ہو جاؤں"

تاج "بلکہ خواہ تمہارے تمام دوست زندہ درگور نہیں بلکہ مردہ درگور ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ تم اپنی عادت سے مجبور ہو۔ تم اسی قسم کے دوسرے دوست پیدا کر لو گے۔ تمہارے لئے ناممکن ہے کہ گھر میں ٹک سکو"

مسعود "بخدا ممکن ہے میں صرف ایک موقعہ چاہتا ہوں آخری اور قطعی آخری موقع"

شنو "بھابی میری طرف سے آخری سفارش"

تاج:- پہلے میں اس گھر سے باہر رہ کر ان کی پشیمانیوں کا اندازہ کرنا چاہتی ہوں۔ اگر واقعی میری جدائی اُن کی اصلاح کر سکی تو۔۔۔

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ ہی نہ سکوں

مگر اس وقت میرا ٹھہرنا ممکن نہیں۔ (رُک کر سے) غفورہ کہہ دیا سلطان

اچھا شفّو خدا حافظ"

شفّو:- خدا حافظ بھابی"

(تاج جاتی ہے ایک وقفہ کے بعد)

مسعود:- واقعی سے

بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سر گرانی اور ہے "

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے

بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کیلئے

(حکیم صاحب داخل ہوتے ہیں)

حکیم صاحب :- بیں نے کہا سنتی ہو۔ تو یہ چھوہارے اور یہ ہار۔ اور ذرا برف کا پانی بناؤ۔ پلاؤ کھانے کے بعد بیحد پیاس لگتی ہے ۔

بیوی :- ہو گئی رخصت برات ۔

حکیم صاحب :- رخصتی میں دیر تھی ہیں تو نکاح کے بعد کھانا کھا کر مرزا صاحب سے اجازت لیکر چلا آیا۔ مگر صاحب آدمی بڑا خوش قسمت ہے بڑا اچھا داماد ملا ہے۔ خاندانی شرافت وغیرہ تو مرزا صاحب جانیں مگر سب سے بڑی بات یہ کہ لڑکا کماؤ ہے۔ ڈھائی سو روپیہ ماہوار کا نوکر۔ ترقی کے امکانات علاوہ یہ کہ قسمت والوں ہی کو ایسے داماد ملتے ہیں اور

ایک ہم ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں ہمارے تجمل حسین خاں"

بیوی "معلوم نہیں کیا کہہ رہے ہیں مگر یہ اسلم کا نام تجمل حسین خاں کب سے ہو گیا"

حکیم صاحب "بھئی یہ تو غالب کا رکھا ہوا نام ہے۔ کہتے ہیں مرزا غالب ہمارے اِن داماد بمنزلہ اولاد کے متعلق کہ ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کیلئے

بیوی "میں تو خود ہر وقت اسی فکر میں رہتی ہوں کہ بیکار پڑے پڑے صاحبزادے میں کہیں زنگ نہ لگ جائے۔ اُس کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں ہے کام کی"

حکیم صاحب "اجی کام کریں اُس کے دشمن۔ جس کو ناز بردار ساس۔ اور اطاعت گذار بیوی کے علاوہ ایک بیوقوف خسر مل جائے اُس کی جُوتی کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ کام کرے۔ کام تو وہ کرتا ہے جس کو کام نہ کرنے کا سلیقہ نہ ہو اور اس فن کے ہمارے داماد صاحب اپنے زمانے کے اساتذہ میں سے سمجھے جاتے تھے۔ کل گئے تو تھے کسی دفتر میں کچھ پتہ نہیں چلا کہ نتیجہ کیا ہوا۔ شہزادہ کہاں ہے ذرا بلاؤ تو سہی اُسے ـــــ"

بیوی:۔ (آواز دیتے ہوئے) شہناز ۔۔۔۔ ذرا اِدھر آنا تمہارے ابا میاں بلا رہے ہیں۔"

شہناز:۔ (دور کی آواز) آ رہی ہوں امّی جان۔"

حکیم صاحب:۔ "ان صاحبزادی نے اور بھی چوپٹ کیا ہے میاں کو مارے ولار کے۔ ارے بھئی ہم بھی تو تھے کسی زمانے میں تمہارے شوہر۔"

بیوی:۔ "لو اور سنو۔ اب کیا استعفیٰ دے چکے ہو۔"

حکیم صاحب:۔ "میرا مطلب یہ کہ یہ ولار اور یہ چوچلے نہ تو میں نے کبھی ہونے دیئے نہ تم نے کبھی کئے مگر یہ صاحبزادی تو نہ جانے میاں کو کیا سمجھتی ہیں کہ جب دیکھو تکو تکو ہو رہی ہے۔"

بیوی:۔ "اچھا خیر چپ رہو وہ آ رہی ہے ۔۔۔۔"

شہناز:۔ "(قریب آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا امّی جان۔"

حکیم صاحب:۔ "میں نے بلایا تھا بھئی تم کو۔ پوچھنا یہ تھا کہ تمہارے دولہا کل کسی دفتر میں گئے تھے شاید انٹرویو وغیرہ کے سلسلہ میں۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا۔"

شہناز:۔ "ابا جان وہ تو نہایت بیہودہ جگہ تھی۔ ایک قسم کی کلرکی سمجھیئے۔ تنخواہ بھی الاؤنس وغیرہ سب ملا کر پونے دو سو کے قریب ہوتی تھی۔ خیر تنخواہ کی تو کوئی بات نہیں مگر کم سے کم عہدہ تو اس قابل ہو کہ وہ قبول

کر سکیں؟"

حکیم صاحب: "تمہارے نزدیک کیا عہدہ ملنا چاہیئے تمہارے شوہر کو۔ کسی صوبہ کی گورنری۔ کسی فوج کی سپہ سالاری یا آخر کیا؟"

شہناز: "میرا مطلب یہ تو نہیں ہے ابا جان مگر پھر بھی اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ کلرک بن کر بیٹھ رہیں؟"

حکیم صاحب: "صاحبزادی آپ کو شاید یہ بات نہیں معلوم کہ آپ کے شوہر ان محکموں کے شوہر نہیں ہیں جہاں ان کو ملازمت مل سکتی ہے۔ آپ کی نظروں میں اپنے شوہر کی جو قدر و منزلت ہے یہ ضروری نہیں کہ وہی قدر و منزلت محکمہ آبادکاری یا محکمہ بندوبست یا محکمہ جنگلات بھی ان کی کرے اس لئے کہ آپ کے شوہر ان محکموں کے مجازی خدا نہیں۔ وہاں تو ان کو وہی سمجھا جائے گا جو کچھ وہ در اصل ہیں؟"

شہناز: "تو آپ کے خیال میں وہ اسی قابل ہیں کہ کلرکی کریں؟"

حکیم صاحب: "کچھ نہ کرنے سے کچھ نہ کچھ کرنا بہرحال بہتر ہے۔ مگر میرے خیال میں وہ اب کچھ نہ کریں گے اس لئے کہ تم نے ایک ناعاقبت اندیش بلکہ عاقبت نااندیش بیوی کی طرح ان کے ذہن نشین یہ بات کر دی ہے کہ وہ انسانیت کی عام سطح سے بلند و بالا کوئی مخلوق واقع ہوئے ہیں۔ تمہاری ماں نے ان کو داماد نہیں بلکہ دیوتا سمجھ کر پوجا۔ اور خود تم نے

کچھ ضرورت سے زیادہ شفقت ہے تو نتیجہ یہ کہ وہ تجمل حسین خان بن کر رہ گئے۔"

شہناز :- "تجمل حسین خان؟ کیا مطلب ـــ میں کچھ نہیں۔"

حکیم صاحب :- "غالب کا شعر پڑھا ہے تم نے کبھی کہ ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

غالب کے یہ تجمل حسین خان تو فرخ آباد کے نواب تھے۔ مگر سچ پوچھو تو دنیا میں بے شمار تجمل حسین خاں پڑے ہوئے ہیں اور ان ہی تجمل حسین خانوں میں سے ایک تجمل حسین خان میاں اسلم بھی واقع ہوئے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے دولتِ خداداد سسرال کا نواب بنا رکھا ہے۔"

شہناز :- "اب دیکھیے نانا جان۔ اگر یہ باتیں وہ سُنیں تو ان کو کس قدر ناگوار ہو۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ برسرِ روزگار نہیں ہیں لہٰذا آپ یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔"

حکیم صاحب :- "برسرکار نہ ہونا اتفاق کی بات نہیں ہے۔ یہ تو ایک معمول ہوا۔ البتہ اگر وہ ملازم ہو جائیں تو میں اس کو ایک عجیب اتفاق سمجھوں گا۔ دوسری بات یہ ہے صاحبزادی کہ یہ باتیں میں تمہاری دل آزاری یا تمہارے شوہر کی تذلیل کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میرا

بھی جی چاہتا ہے کہ مرزا صاحب کے داماد کی طرح میرا داماد بھی برسرکار ہو بھائی صاحب کے خویش کی طرح میرا خویش بھی

(دروازے پر دستک)

دیکھنا بھئی کون ہے "

افضل " میں آسکتا ہوں "

بیوی " کون افضل میاں - آجاؤ بیٹے "

حکیم صاحب " بادشتی بخیر - ابھی تمہارا نام ہی لیا تھا کہ تم آگئے - بڑی عمر ہو - اخاہ خورشید بیٹی بھی ہے - آجاؤ تم ادھر افضل میاں میرے پاس نکل آؤ "

افضل " اسلم بھائی کہاں ہیں "

حکیم صاحب " اپنے کمرے میں یا تو سو رہے ہیں ورنہ کوئی ناول پڑھ رہے ہوں گے "

شہناز " جی نہیں وہ کچھ لکھ رہے تھے "

حکیم صاحب " ہاں لکھتے بھی ہیں کبھی کبھی - مگر یہ نہیں معلوم کہ کیا لکھتے ہیں بہرحال آج تم کیسے بھول پڑے افضل میاں "

افضل " بات یہ ہے چچا میاں کہ میرا تبادلہ ہو گیا ہے اور آج شام کو میں کراچی جا رہا ہوں سلام کرنے اور رخصت ہونے کو حاضر ہوا تھا "

حکیم صاحب "اچھا تو کیا خورشید، تم بھی جا رہی ہو بیٹی"

خورشید "میں تو جانا چاہتی تھی مگر یہ نہیں لئے جا رہے ہیں"

افضل "میں اس لئے نہیں لے جا رہا ہوں کہ فی الحال مکان کا کوئی ٹھیک نہیں ہے۔ میں تو خیر کہیں نہ کہیں ٹھہر جاؤں گا کہ اور کچھ نہ کچھ بند و بست کر لوں گا کھانے پینے کا مگر یہ جائیں گی تو ان کو تکلیف ہو گی"

حکیم صاحب "معقول نہایت معقول بات ہے۔ اچھا تو برخوردار کچھ ترقی پر جا رہے ہو یا معمولی تبادلہ ہے"

خورشید "جی اب تو گزیٹڈ پوسٹ پر جا رہے ہیں۔ مگر کام بڑی محنت کا ہے یوں ہی محنت کیا کم تھی دن بھر کے بعد دفتر سے آتے تھے تو بکس بھر کر فائلیں گھر پر بھی لاتے تھے"

افضل "میں تو محنت کا عادی ہو چکا ہوں بلکہ اگر کام ہلکا ہو جاتا ہے تو میری طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ مجھ سے خالی نہیں بیٹھا جاتا"

حکیم صاحب "میاں خالی بیٹھنا بھی کوئی بچوں کا کھیل ہے۔ یہ بھی ایک فن ہے اور زندگی بھر ریاض کرنے کے بعد اس فن میں لوگ مہارت حاصل کرتے ہیں"

بیوی "میں کہتی ہوں تمہاری زبان کسی طرح مانتی ہی نہیں"

شہناز "کہنے دیجئے امی جان، یہ اُن کی سزا ہے کہ اس قسم کی باتیں ان کے

متعلق کہی جاتی ہیں۔ وہ اسی کے مستحق ہیں۔"

خورشید۔ "کس کا ذکر ہے آپا۔ اسلم بھائی کا۔"

افضل۔ "ہاں خوب یاد آیا۔ کیا ہوا اسلم بھائی کا سُنا ہے کہ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ میں کوئی جگہ ان کو ملنے والی تھی۔"

حکیم صاحب۔ "جی ہاں اس جگہ نے لاکھ لاکھ کہا کہ اسلم صاحب مجھ کو قبول کر لیجئے مگر اسلم صاحب نے فرمایا کہ ؎

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانے

افضل۔ "مجھے تو خود حیرت ہوئی تھی کہ اسلم بھائی اس جگہ کے امیدوار کیونکر ہوگئے ان کا ایسا قابل آدمی تو اس سے کہیں اونچی جگہ کا مستحق ہے اس قابلیت کے لوگ ملتے کہاں ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک رسالہ میں اسلم بھائی کا مضمون میں نے پڑھا تو جھوم جھوم اُٹھا ہیں تو۔"

حکیم صاحب۔ "اچھا بھئی مضمون چھپا تھا ان کا کوئی۔ لیجئے وہ تشریف لا رہے ہیں۔"

افضل۔ "(بلند آواز سے) آداب عرض کرتا ہوں اسلم بھائی۔"

خورشید۔ "تسلیم اسلم بھائی۔ مزاج تو اچھا ہے۔"

اسلم۔ "یہ آپ لوگ کب تشریف لائے مجھے تو خبر ہی نہ ہوئی۔"

افضل ”ابھی حاضر ہوئے ہیں ہم لوگ۔ میرا تبادلہ ہو گیا ہے کراچی۔ ملنے اور رخصت ہونے حاضر ہوا تھا۔“

اسلم ”ہاں وہ تو میں نے گزٹ میں دیکھ لیا تھا بلکہ میں مبارکباد دینے جانے ہی والا تھا مگر کچھ اپنے ہی جھگڑوں میں اُلجھا رہا۔“

افضل ”کیا ہوا وہ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کا معاملہ؟“

اسلم ”صاحب وہ تو غلط قسم کی جگہ نکلی ہیں کچھ اور سمجھ کر انٹرویو میں گیا تھا مگر وہ جگہ نکلی کچھ اور۔ البتہ سنٹرل کالج کیلئے پرنسپل کی جو ضرورت ہے وہ ذرا میرے ذوق کی جگہ ہے۔“

حکیم صاحب ”یعنی اب گویا آپ پرنسپل ہو جائیں گے۔ بھئی میں نے تو سُنا تھا کہ اس قسم کی جگہ بہت ہی پڑھے لکھے لوگوں کو دی جاتی ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ آخر اتنے اونچے اونچے خیالی قلعے تعمیر ہی کیوں کئے جائیں۔ یہ زمانہ تو وہ ہے کہ جس کو جس قسم کی جگہ ذرا پیر جمانے کو مل جائے وہ اسی کو غنیمت سمجھے۔“

افضل ”مگر اسلم بھائی کے لئے تو واقعی محکمہ تعلیمات ہی سب سے زیادہ مناسب جگہ ہے۔“

حکیم صاحب ”ہو گی مناسب جگہ یقیناً ہو گی مگر بام عروج تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے زینہ سے اوپر چڑھا جائے۔ یہ نہیں کہ پہلا ہی قدم آخری

بلندی کی طرف اُٹھایا جائے۔ اب میری ہی مثال لے لیجئے۔ آج میں بفضلِ خدا مانا ہوا طبیب سمجھا جاتا ہوں مگر ابتدا کیا تھی میری یہ شاید کسی کو نہیں معلوم۔ ایک معمولی سا عطّار تھا۔ پڑیاں باندھا کرتا تھا ایک دوافروش کی دوکان پر خطمی اور خبازی کی۔ رفتہ رفتہ خود چھوٹی سی دوکان کھول لی۔ پھر ایک آدھ نسخہ بھی لکھنے لگا اور ہوتے ہوتے نوبت بایں جا رسید کہ اب مطب کرتا ہوں اور شہر بھر کے عطّار میرے دست نگر بھی ہیں اور چشم نگر بھی۔"

افضل "یہ تو درست ہے مگر اسلم بھائی کے پاس تعلیمات کی اونچی سے اونچی ڈگری موجود ہے۔"

حکیم صاحب "میاں وہ مثل سُنی ہے تم نے اونچی دوکان کا پھیکا پکوان اب چاہے ہمارے برخوردار بُرا مانیں مگر میں بھی چپ رہنے والا نہیں ہوں۔ ان کے پاس خواہ کتنی ہی ڈگریاں کیوں نہ ہوں مگر یہ آرام طلب بلکہ صاف صاف کیوں نہ کہوں اس قدر سُست اور کاہل واقع ہوئے ہیں کہ محنت ان کے امکان میں نہیں۔ دوسرے ان کو اپنے متعلق کچھ غلط فہمی بھی ہے اور یہ بر خود غلط ہو کر رہ گئے ہیں۔"

اسلم "آپ کی یہ تمام شکایات دور ہو جائیں گی جب مجھ کو کوئی جگہ مل جائے گی مگر اس طرح مشتعل ہو کر میں اپنی شان سے گری ہوئی کوئی جگہ گھیرا کر

قبول کر لوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا ۔"

شہناز "مگر اب آپ کو بھی کرنا پڑیگا اور اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں کچھ کہ دوں ۔"

(دروازے پر دستک)

حکیم صاحب "(بلند آواز سے) آ رہا ہوں بھئی۔ غالباً کوئی بے وقت بیمار ہوا ہے۔ ابھی آیا بھئی میں ۔"

(جاتے ہیں)

بیوی "تم بھی کمال کرتی ہو بیٹی ان کی بات پر بُرا مانتی ہو۔ یہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں سب تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہے ہیں البتہ بات کرنے کا طریقہ ان کو نہیں آتا ۔"

افضل "دوسرے وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اسلم بھائی دراصل کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ۔"

اسلم "بُرا ماننا چاہیئے مجھ کو مگر برہم ہوتی ہیں آپ۔ اگر ابا جان سمجھ بوجھ کر ایسی باتیں کریں تو ایک بات بھی ہے ۔"

شہناز "ابا جان کو آپ سے زیادہ میں جانتی ہوں اور اب اس کہاوت کی سچائی مجھ کو کھائے جاتی ہے کہ ساس کے گھر جنوائی کتا ۔"

بیوی "ہائے غضب۔ یہ کیا بکتی چلی جا رہی ہو شہناز ۔"

حکیم صاحب " (آتے ہوئے) بھئی یہ تمہارے نام ایک چپراسی خط لایا ہے

اسلم میاں "

اسلم " یہ تو سنٹرل کالج کا لفافہ معلوم ہوتا ہے (لفافہ کھول کر) مجلسِ انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو بمشاہرہ آٹھ سو روپیہ ماہوار کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا ہے۔ آپ جلد سے جلد اپنے عہدے کا چارج لے لیں اور پرنسپلس لاج میں قیام کے لئے تشریف لے آئیں "

حکیم صاحب " میاں افضل ذرا تم پڑھکر سناؤ مجھے یہ خط "

افضل " اب سنانا کیا مٹھائی منگولیجیے ابھی۔ اب اسلم بھائی اپنی صحیح جگہ پہ پہنچے ہیں معقول تنخواہ۔ رہنے کو فرنشڈ بنگلہ۔ حکومت۔ اقتدار۔ سب ہی کچھ تو مل گیا۔ عیش ہی عیش ہے "

حکیم صاحب "۔ واقعی برخوردار تم تو سچ مچ تجمل حسین خاں ثابت ہوئے میاں وہ کہا ہے نا غالب نے۔ ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے

بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

خورشید " شہناز آپا کہاں چل دیں "

بیوی " وہ نماز پڑھ رہی ہے۔ اللہ نے اس کے دن پھیر دیئے "

حکیم صاحب " مجھ کو یقین تھا کہ میں جو اسلم کو تجمل حسین خاں کہتا ہوں تو یہ

تجمل حسین خان بن کر رہیں گے اب تو واقعی۔ ع۔

بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے
خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے

(موٹر کے آکر ٹھہرنے اور ہارن دینے کی آواز)

نزہت "آپا ـــــ رخشاں آپا ـــــ کار آئی ہے۔ شاید سہیل صاحب آ گئے"

رخشاں "تو میں کیا کروں۔ تم جاکر ڈرائینگ روم میں بٹھا دو اور ابا جان کو اطلاع کر دو"

نزہت "ابّا جان سے پہلے آپ اُن سے مل لیجئے ورنہ سارا قصہ گڑبڑ ہو جائے گا"

رخشاں "خیر میں بھی مل لونگی تم ان کو بٹھاؤ تو سہی ـــــ"

(پھر موٹر کا ہارن بجتا ہے)

نزہت " وہ خود ہی ہارن بجا بجا کر ابا جان کو خبر کر دیں گے۔ توبہ ہے نہ جانے سینڈل کیوں مسہری کے نیچے گھس گئی "

رخشاں " میری سینڈل پہن لو مگر جاؤ کسی طرح نزہت "

نزہت " جاتے ہی جاتے تو جاؤں گی "

(جاتی ہے ــــــ کچھ وقفہ)

سہیل " ہلو۔ نزہت بی بی ہیں۔ السلام علیکم "

نزہت " تشریف لائیے نا۔ آج تو آپ واقعی معلوم ہوتا ہے تصویر کھنچوانے آئے ہوئے ہیں۔ خوب ہے، یہ ٹائی اور رومال تو کیا کہنا۔ ٹھہر جائیے میں لہسن پیاز کے چھلکے اٹھا لاؤں نظر اتارنے کو "

سہیل " خیر اس شرارت سے پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی آپا کہاں ہیں "

نزہت " آپا ــــ؟ آپ کو آپا سے ملنا ہے۔ کارڈ ہے آپ کے پاس۔ میرا مطلب ہے راشن کارڈ نہیں وزیٹنگ کارڈ "

سہیل " بھئی میں چاہتا ہوں کہ شیخ صاحب قبلہ سے ملنے سے پہلے آپ کی آپا سے کچھ آخری ہدایات لے لوں "

نزہت " اس سوٹ میں آپ کو گرمی نہیں لگ رہی ہے۔ کپڑا تو بڑا شاندار ہے اور سلا ہوا بھی خوب ہے مگر آج میں نے کیلنڈر میں دیکھا تھا کہ ابھی تو صرف جولائی ہے۔ اور آپ کا سوٹ کہہ رہا ہے دسمبر ہے "

سہیل ” بات یہ ہے مجھے آج ہی مری جانا ہے “

نزہت ” اچھا تو سامان وغیرہ کے ٹھنڈے سوٹ وہاں کے لئے رکھے ہوں گے۔ ٹھیک ہے اب سمجھ گئی ہیں “

سہیل ” لاحول ولا قوۃ “

نزہت ” توبہ ہے اس طرح لاحول پڑھا آپ نے کہ میں سمجھی آپا آ گئی ہیں۔ اچھا ٹھہریئے میں ان کو بھیجے دیتی ہوں۔ بات یہ ہے سہیل بھائی کہ وہ تو خود آنا چاہتی ہوں گی مگر ان کی سینڈل میں پہن آئی ہوں۔ اب میں جاؤں تو وہ آئیں “

سہیل ” کرم۔ نوازش۔ مہربانی۔ کسی طرح آپ کو خیال تو آیا ان کو بھیجنے کا “

نزہت ” پنکھا کھول دوں ؟ مگر توبہ مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ آپ تو یونہی گرم سوٹ پہنے ہیں۔ اچھا آپ یہ رسالہ پڑھیئے میں جب تک ان کو بھیجوں “

(جاتی ہے۔ کچھ وقفہ)

سہیل ” (زیر لب) توبہ ہے۔ کس قیامت کی گرمی ہے۔ اور پنکھا بھی اس شریر نے نہ کھولا (رخشاں داخل ہوتی ہے) ابی۔ آداب بجا لاتا ہوں “

رخشاں ”تسلیم۔ کیسی طبیعت ہے، آپ کی“

سہیل ”اچھا تو ہوں۔ کیوں؟“

رخشاں ”نزہت کہہ رہی تھی کہ آپ گرم سوٹ پہنے ہیں اور پنکھا کھولنے کو منع کیا ہے“

سہیل ”(ہنس کر) اشرؔ یہ کہیں کی بڑی جھوٹی ہے“

رخشاں ”عجیب جھوٹ بولی ہے وہ جس کی سچائی میں خود دیکھ رہی ہوں۔ پنکھا بند ہے۔ سوٹ گرم ہے“

سہیل ”خیر چھوڑیئے اس قصّہ کو۔ یہ بتایئے کہ مجھ کو جو شیخ صاحب قبلہ نے طلب کیا ہے تو کس قسم کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں گی۔ کیا جواب دینا چاہیئے مجھ کو ان کے ہر سوال کا کس قسم کی باتیں وہ ناپسند فرماتے ہیں کس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو رہنمائی کرنا چاہیئے آپ کو بھی“

رخشاں ”آپ چاہتے ہیں کہ میں پرچہ آؤٹ کر دوں۔ یہ ایمانداری کی بات تو نہیں ہے۔ خیر میں اتنا بتائے دیتی ہوں کہ آم منگائے گئے ہیں آپ کے لئے طرح طرح کے“

سہیل ”آم؟ یہ کون پوچھ رہا ہے آپ سے۔ میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ مجھ سے باتیں کس قسم کی ہوں گی“

رخشاں ۔ "زیادہ تر آموں کے متعلق ۔"

سہیل ۔ "رخشاں میں بےحد سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھ کو شیخ صاحب قبلہ کے معیار انتخاب کا اندازہ نہیں ہے۔ دو چار موٹی موٹی باتیں تو ظاہر ہیں کہ خاندانی حالات دریافت کریں گے ۔"

رخشاں ۔ "جی نہیں۔ اس کے متعلق وہ تحقیقات کر چکے ہیں۔ یہ بات شخص متعلق سے نہیں غیر متعلق لوگوں سے پوچھی جاتی ہے ۔"

سہیل ۔ "مثلاً تعلیمی حالت پوچھ سکتے ہیں کہ کس سنہ میں گریجویٹ ہوئے ۔"

رخشاں ۔ "معاف کیجئے گا دامادی نہ کوئی عہدہ ہے نہ ہی کوئی ملازمت ہوں جس کے لئے درخواست کے ساتھ سارٹیفکٹس کی نقل لگانا ضروری ہو ۔"

سہیل ۔ "پھر آخر کس قسم کی باتوں کی امید ہے ۔"

رخشاں ۔ "بتایا تو آموں کے متعلق باتیں ہوں گی ۔"

سہیل ۔ "پھر وہی آم۔ یہ آخر کیا مذاق ہے ؟"

رخشاں ۔ "یہ مذاق نہیں بلکہ بےحد سنجیدہ بات ہے۔ اب اس کا تو میرے پاس کوئی علاج ہی نہیں کہ آپ اس کو مذاق سمجھ رہے ہیں۔ دیکھئے۔ جہاں تک خاندانی حالات اور ذاتی شرافت کا سوال ہے اس کے متعلق ابا جان پوری تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ آپ کو ملنے کی یہ زحمت دی گئی ہے اگر اس طرف سے مطمئن نہ ہوتے تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا ۔"

سہیل :۔ "اچھا یعنی اس طرف سے مطمئن ہیں"۔

رخشاں :۔ "جی ہاں ۔ رہ گئی تعلیمی حالت وہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے ۔ ان کو معلوم ہے کہ وکالت اردو مڈل پاس کر کے نہیں کی جاتی ۔ اب لے دے کر ان کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس حد تک مہذب ۔ کتنے صاف گو ۔ کس حد تک ایماندار ہیں اور عام بات چیت اور نشست و برخاست میں آپ کا معیارِ زندگی کیا ہے ۔ بس اسی کے لئے آم منگائے گئے ہیں"۔

سہیل :۔ "یہ بات وہ بات اور پھر آم ۔ یہ آموں کا آخر کیا تک ہے"۔

رخشاں :۔ "آموں کا تک یہ ہے کہ ابّا جان آم کھلا کر یہ اندازہ کیا کرتے ہیں کہ کھانے والا کس کلاس کا انسان ہے ۔ اس میں سلیقہ کی مقدار کیا ہے ۔ وہ کس حد تک خوش مذاق ہے ۔ اس کے ذوقِ سلیم کا معیار کیا ہے ۔ وہ کتنا مہذب ہے اور وہ بحیثیت مجموعی اس قابل ہے یا نہیں کہ ان کا داماد بن سکے"۔

سہیل :۔ "یعنی واقعی ؟ کیا سچ مچ وہ آموں کے سلسلہ میں اس قدر سنجیدہ ہیں ۔ تو مجھے آموں کے سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے"۔

رخشاں :۔ "یہ تو آپ جانیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے ۔ بہرحال ابا جان کا خیال یہ ہے کہ اچھے قسم کے آم دیکھ کر عام سطحی آدمی مشکل سے لئے دیئے رہ سکتا ہے"۔

سہیل ”خیر اس طرف سے تو آپ اطمینان رکھیئے میں آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھونگا آموں کی طرف“

رخشاں ”کہیں ایسا غضب بھی نہ کیجیئے گا۔ وہ سمجھیں گے کہ بینائی میں کوئی خرابی ہے۔ اور اگر یہ یقین ہو گیا کہ آپ دیکھ بھال کہ آموں سے بے رُخی اور بے اعتنائی برت رہے ہیں تو وہ آپ کو یا تو کور ذوق سمجھ کر نامنظور کر دینگے یا منافق سمجھیں گے“

سہیل ”پھر ——— پھر ——— تو گویا مجھ کو میانہ روی سے کام لینا چاہیئے کہ نہ اس طرح آموں پر ٹوٹوں گویا کبھی دیکھے ہی نہ تھے نہ ایسی بے رُخی برتوں کہ گویا اب نہیں دیکھ رہا ہوں“

رخشاں ”جی ہاں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کی عام معلومات کا امتحان آموں ہی کے سلسلہ میں لیا جائیگا کہ بتایئے یہ کونسا آم ہے اور بتایئے اس آم کا کیا نام ہے اور یہ کس خاندان سے متعلق ہے“

سہیل ”بھئی یہ تو بڑی مشکل بات ہے میرے تو فرشتوں کو بھی آموں کے متعلق یہ خبر نہیں“

رخشاں ”میں آپ کو بتائے دیتی ہوں۔ ایک دُبلا پتلا لمبا سا آم ہے اس کا نام ہے دسہری۔ ملیح آباد اس کا ددھیال اور سندیلہ اس کا ننھیال ہے گٹھلی پتلی۔ بھینی بھینی خوشبو۔ بے ریشہ گودا ہے اور ثمر بہشت کے بعد سب

آموں سے افضل آم ہے "
سہیل " یہ گویا ایک قسم ہوئی۔ توبہ ہے صاحب۔ اور بھلا کتنی قسم کے ہوں گے آم ؟
رخشاں " سنتے جائیے۔ دوسرا آم ہے سبز رنگ کا نہ لمبا نہ پستہ قد۔ گولائی لئے ہوئے۔ اس کا نام ہے لنگڑا۔ بنارس اس کا وطن ہے مگر اب پاکستان میں بھی ہجرت کر کے آگیا ہے۔ بے حد شیریں۔ اور غذائیت کے اعتبار سے ذرا وزنی آم ہوتا ہے "
سہیل " بنارس وطن۔ نام لنگڑا۔ مزہ شیریں۔ یہ چوسا جاتا ہے یا کاٹا جاتا ہے "
رخشاں " قلمی آم ہے یہ بھی۔ تخمی آموں میں ایک نازک سے چھلکے کا سنہری رنگ کی زردی لئے ہوئے آم ہے۔ اس کو انگبین بھی کہتے ہیں اور جام جم بھی۔ پتلا رس۔ نازک چھلکا۔ چھوٹی گٹھلی ـــــ چوسا جاتا ہے "
(شیخ صاحب کی آواز آتی ہے)
شیخ صاحب " میاں شکو۔ آموں کا پانی بدل دو "
رخشاں " میں چلی ابّا جان آ رہے ہیں اسی طرف "
سہیل " اور کون کون سے آم ہیں "
رخشاں " دو چار قسمیں اور ہیں۔ احتیاط سے کھائیے گا۔ گھبرانے کی ضرورت

نہیں۔"

(بھاگتی ہے)

سہیل "مگر ——— سنو ——— سنو تو ——— چلی گئیں ——— پہلا آم تھا دسہری۔

وطن بنارس۔ بھیجتے ہیں ہمیں بنارس ہیں۔ لنگڑے کے بعد ملیح آباد۔"

(شیخ صاحب آتے ہوئے)

شیخ صاحب "السلام علیکم۔ تشریف رکھیئے۔ آپ ہی کا اسم مبارک سہیل صاحب

ہے۔ یہ تو ایک ستارہ ہوا کرتا تھا۔ بہرحال۔ ع۔

ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارہ

سہیل "خوب فرمایا آپنے"

شیخ صاحب "یہ میں نے نہیں فرمایا ہے۔ علامہ اقبالؒ کا فرمودہ ہے۔ بھئی

اندر چلو یہاں محفل نہیں جم سکتی۔ یہ ڈرائنگ روم قسم کی چیزیں ہمارے

مزاج سے اس قدر مختلف ہیں کہ اب مثلاً آم ہی ہم نہیں کھا سکتے

یہاں ———"

سہیل "بجا ارشاد ہوا۔ لیڈی کرزن نے بھی آموں کے متعلق یہی لکھا ہے

کہ دُنیا کا بہترین پھل ہے مگر غسل خانہ میں کھانا چاہیئے"

شیخ صاحب "یہ کیا بات ہوئی۔ یہ کیا مہمل حوالہ دیا ہے آپنے، لیڈی کرزن

بھلا آموں کو کیا سمجھ سکتی تھیں۔ یہ تو بالکل ایسی بات ہوئی کہ جیسے آپ

مجھ سے یہ کہیں کہ مرزا غالب نے چاکلیٹ کے متعلق ایک نظم کہی ہے۔ بہرحال

تشریف لائیے"

(دونوں جاتے ہیں۔ پس پردہ دبی ہوئی ہنسی کے ساتھ)

نزہت: "بیچارے سخت پریشان ہیں"

رخشاں: "پریشان ہونے کی بات ہی ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں"

نزہت: "اس طرح ساتھ ساتھ جا رہے ہیں جیسے سچ مچ کچہری میں جائے کوئی"

(شیخ صاحب باتیں کرتے ہوئے قریب آتے ہیں)

شیخ صاحب: "کہدیا آپ نے لیڈی کرزن یہ کہا ہے۔ بہرحال تشریف رکھیے۔ کیا خیال ہے آپ کا کس آم سے ابتدا کرنا چاہیئے"

سہیل: "جی میرا تو خیال یہ ہے کہ آموں کے سلسلہ میں ابتدا انتہا کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

شیخ صاحب: "جی ہاں بعض اہلِ ذوق یہ بھی کہتے ہیں مگر باقاعدگی اسی میں ہے کہ پہلے قلمی آم کھلائے جائیں تاکہ معدے کو کام کرنے کا زیادہ موقع ملے۔ تخمی آم تو خود ہی تحلیل شدہ ہوتے ہیں معدہ ان کو آنکھوں پر بھی جگہ دے سکتا ہے۔ مگر قلمی آموں میں آپ مقدم اور مؤخر کی ترتیب کیا رکھے

ہیں۔"

سہیل "مشاعرے والی ترتیب کہ اساتذہ بعد میں۔"

شیخ صاحب "خوب کہا آپ نے خوب۔ اچھا آپ ہی کاٹیئے۔ یہ لیجئے چھری۔ یہ رہی طشتری اور مختلف کانسوں میں مختلف آم ہیں۔ بسم اللہ ——— پہلے آپ پیری وش کاٹیئے۔"

سہیل "جی؟ ——— پری ——— کون؟"

شیخ صاحب "صاحب پیری وش کہہ رہا تھا میں۔ وہ ہے تیسرے کانسے میں۔"

سہیل "اچھا۔ اچھا۔ پیری وش۔ خوب ہوتا ہے یہ بھی۔"

شیخ صاحب "ایں یہ کیا؟۔ یہ کونسا نکال لیا آپ نے۔ کونسا آم ہے یہ۔"

سہیل "جی پیری وش فرمایا تھا آپ نے۔"

شیخ صاحب "کیا خوب۔ گویا میں نے کہا تھا تو یہ پیری وش ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ دسہری اور پیری وش دونوں کو نہیں جانتے۔"

سہیل "جی نہیں دسہری تو جانتا ہوں۔ دُبلا پتلا لمبا سا آم۔ نام دسہری وطن بنارس۔"

شیخ صاحب "ایں؟۔ وطن بنارس۔ میاں دسہری کا وطن بنارس بنا رہے ہو۔ ناواقفیت کی بھی حد ہے۔ استغفر اللہ۔ چھوڑو اسے میں کاٹتا ہوں۔

بھئی یہ تو انتہا ہے بے خبری کی۔ لیجئے نوش فرمایئے۔"

سہیل "سبحان اللہ۔ کیا کہنا ہے۔"

شیخ صاحب "خوب ہوتا ہے یہ آم بھی (کھا کر) آخ تھو ــــــ یعنی آپ نے اس کی تعریف کی تھی۔ یہ چوٹ کھایا ہوا آم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہیں گرا ہے اور شیرینی کے ریشے زخمی ہو کر منتشر ہو گئے ہیں ذائقہ میں وہ ربط اور تنظیم باقی نہیں ہے جو دسہری کی روح ہے۔ آپ کے بس کی یہ چیز نہیں۔ آپ تخمی کھائیں۔ یہ لیجئے۔"

سہیل "شکریہ۔"

شیخ صاحب "اس کو پہلے نرم اور سبک گرفت سے گھلایئے ــــــ لاحول ولاقوۃ۔ میاں یہ کیا کر رہے ہو سارا سوٹ خراب کر لیا۔ رس چھلکا پھاڑ کر نیچے سے نکل گیا۔ تشریف لے جایئے وہ ہے سامنے غسل خانہ ــــــ توبہ ــــــ آم کھانے کا بھی سلیقہ نہیں، آپ کیلئے ٹھیک کہا تھا لیڈی کرزن نے کہ غسل خانہ میں آم کھایا کیجئے۔ وہ ہے غسل خانہ۔"

سہیل "میں ابھی حاضر ہوا۔" (جاتا ہے)

شیخ صاحب "میاں شکور۔ یہ صاحب غسلخانہ سے باہر آئیں تو کہہ دینا کہ میں باہر جا رہا ہوں۔ ایسے لوگ میرے لئے ناقابلِ برداشت ہیں۔ آم کھانے کا سلیقہ نہیں چلے ہیں شادی کرنے میری لڑکی سے۔ توبہ ــــــ تشش۔"

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(ایک بڈھے کے مسلسل کھانسنے کی کمزور آواز
معلوم ہوتا ہے جیسے دمے کا مریض۔ کہ
اتنے میں کچھ لڑکے لڑکیاں ہنستے ہوئے
داخل ہوتے ہیں۔)

نازلی "تسلیم دادا میاں"

شاذلی "آداب دادا میاں"

اسلم "دادا میاں آداب عرض"

دادا میاں "خدا تم سب کو مناسب وقت تک زندہ سلامت رکھے"

نازلی "یہ کیا بات ہے دادا میاں آپ ہمیشہ یہی دعا دیتے ہیں کہ خدا تمہیں مناسب

وقت تک زندہ و سلامت رکھے "

اسلم " یہ مناسب وقت میری سمجھ میں بھی کبھی نہ آیا "

شاذلی " (بلند آواز سے) مناسب وقت سے آپ کا کیا مطلب ہے داوا میاں "

دادا میاں " مناسب وقت یہی کہ خدا نہ کرے تم پر وہ وقت آئے کہ مرنا چاہو اور مر نہ سکو۔ اب دیکھو تو مجھ کو کس قدر نامناسب طریقہ پر زندہ ہوں وجہ یہ کہ والدین نے دیدی ہو گی علی الحساب کوئی دعا کہ رہتی دنیا تک سلامت رہو۔ یا ـــ

تم سلامت رہو ہزار برس

اسلم " اور۔ ع۔

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

دادا میاں " جی ہاں اب ذرا غور تو کیجئے کہ یہ دعا ہے یا بد دعا۔ یعنی ہزار برس تو یوں ہی زندہ رہو پھر ہر برس کے دن پچاس ہزار ہوں۔ ویسے تین سو پینسٹھ دن کا سال ہوتا ہے اس حساب سے اس دعا کے معنی ہوئے کہ پانچ کروڑ دن زندہ رہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک لاکھ چھتیس ہزار نو سو چھیاسی سال آٹھ مہینے اور چار دن کی عمر پاؤ "

نازلی " توبہ ہے آپ تو حساب بھی لگائے بیٹھے ہیں "

دادا میاں " ایں؟ کیا کہا؟"

شاذلی " آپا کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حساب بھی لگا لیا ہے "

دادا میاں " بھئی وہ تو اس لئے حساب لگایا ہے کہ قیدی اپنی قید کے دن گنا ہی کرتا ہے ۔ مجھ کو ایک بزرگ نے یہی دعا دی تھی اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ دعا مجھ کو لگ گئی ہے چنانچہ میری موت خود موت کی نیند سوئی ہوئی ہے ۔ ابھی پورے سینکڑے تک نہیں پہنچا ہوں اور عالم یہ ہے کہ نہ سن سکتا ہوں نہ دیکھ سکتا ہوں ۔ ایک عذاب بن کر رہ گیا ہوں سب کے لئے "

اسلم " یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دادا میاں ۔ خدا آپ کا سایہ ہم سب پر بدیر قائم رکھے "

شاذلی " ابا جان کے بعد خدا نہ کرے کہ ہم آپ کے سایہ سے بھی محروم ہو جائیں "

دادا میاں " نا بیٹا نا ۔ خدا کے لئے میرے حق میں اب یہ دعائیں نہ کرو ۔ تمہارا باپ میرا سب سے چھوٹا لڑکا تھا جو اچھی خاصی عمر پا کر چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوا ۔ اُس سے پہلے اُس کے دو بھائی اور فوت ہوئے تھے ۔ لوگ سمجھتے ہونگے کہ میں ان کی موت پر رو رہا ہوں ۔ جی نہیں بلکہ اس حق تلفی پر میں نے آنسو بہائے تھے کہ باری میری تھی اور بازی لے گئے یہ لوگ اور اب تو ہر مرنے

والے پر رشک آتا ہے۔"

نازلی "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کو ہم لوگوں سے کچھ شکایت ہے۔"

دادا میاں "سوائے اس شکایت کے اور کچھ نہیں کہ تم لوگ از رہِ ہمدردی مجھ کو گولی کیوں نہیں مار دیتے۔ آنکھوں سے میں معذور۔ سننے سے میں مجبور، اُٹھنے بیٹھنے کا مجھ میں بوتا نہیں۔ کسی کو بیماریاں ہوتی ہوں گی مگر میں خود خدا جانے کتنی بیماریوں کو لاحق ہوں۔ اور تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ یہ بڈھا یوں ہی سسکتا رہے۔ یہ کہاں کی دوستی ہے۔"

اسلم "اب ان سے زیادہ نہ بولو۔ کہو کہ آرام کریں۔"

دادا میاں "کیا کہا بیٹا ——؟"

نازلی "جی کچھ نہیں اسلم کہہ رہے ہیں کہ اب آپ آرام کیجئے۔"

دادا میاں "اچھا یہ اسلم ہیں۔ لیجئے۔ میں اتنی دیر سے شفیق کو سمجھ رہا تھا۔ اچھا بیٹا ذرا مجھ کو لٹاتے جاؤ۔"

شاذلی "دادا میاں آپ لیٹے ہی تو ہیں۔"

دادا میاں "ایں؟ لیٹا ہوا ہوں۔ تو پھر بٹھلاتے جاؤ۔ میں تھک گیا ہوں لیٹے لیٹے اور سمجھ رہا تھا کہ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا۔"

اسلم "لے یہ لیجئے۔ بس۔"

دادا میاں "ہاں میاں بس۔ خدا تم کو مناسب وقت تک سلامت رکھے۔"

(سب ہنستے ہوئے قہقہہ آؤٹ ہوتے ہیں
اور پھر باتیں کرتے عائیگمہ وفرن کے قریب
آتے ہیں :)

نازلی ”سچ مچ یہ بھی زندگی ہیں کوئی زندگی ہے۔ لوگ مرنے والے کو کم سے کم صبر تو کر لیتے ہیں مگر یہ زندگی دیکھ کر تو صبر بھی نہیں آتا“

شاذلی ”موت کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ مشیت الٰہی میں کیا چارہ۔ مگر میں تو کہتی ہوں کہ زندگی سب سے بڑی بیچارگی ہے“

اسلم ”میں دادا میاں کی اس دعا کا بیحد قائل ہوں کہ خدا تمہیں مناسب وقت تک سلامت رکھے۔ واقعی درازئ عمر کی دعا دینے والے کاش یہ بھی سوچا کریں کہ اگر ان کی دعا قبول ہو گئی تو حشر کیا ہو گا۔ مرزا غالب نے ایسی دعائیں اکثر دی ہیں“

نازلی ”جی ہاں مثلاً ان کا قطعہ ہے“

اسلم ”قطعہ نہیں بلکہ رباعی ہے“ ؎

اس رشتہ میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا
اتنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا
ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں
ایسی ہی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا

شافولی :- "توبہ ہے حساب لگایا جائے تو نہ جانے کتنی عمر بنتی ہے"۔
نازلی :- "ایک اور رباعی بھی تو ہے۔ ؎

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے
تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتۂ عمر میں گانٹھ
ہے صفر کہ افزائشِ اعداد کرے

نازلی :- دوسروں کو تو یوں دامن پھیلا پھیلا کر کوستے ہے اور خود اپنی جو ذرا سی عمر بڑھ گئی تھی تو چیخ اٹھے تھے کہ ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں

اسلم :- "بہرحال اب یہ طے ہے کہ ہم لوگوں کو جو ایسا ہی ستائے کہ کوسنے کی نوبت آجائے اس کو ہم اسی قسم کی دعائیں آئندہ سے دیا کریں گے۔ وہ سمجھے گا دعا اور ہم سمجھیں گے بد دعا"۔

نازلی :- "اتنی عمر تو خدا دشمن کی بھی نہ کرے جتنی دادا میاں نے حساب لگا کر بتائی ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ انسان بس اسی عمر تک زندہ رہے کہ اپنی آنکھوں دیکھ سکے۔ اپنے کانوں سن سکے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکے"۔

شافولی :- "کیا ہے نصیبن ڈاک۔ اِدھر لاؤ شاید فرخندہ کا کوئی خط ہو"۔

نازلی ۔ "مجھے دو نصیبن ۔ شائستہ کا خط ضرور آیا ہوگا ۔"

اسلم ۔ "ٹھہرو ٹھہرو صبر کرو ۔ مجھے دیکھنے دو ڈاک ممکن ہے خان بہادر صاحب کا والا نامہ ہو اس میں ۔ اے یہ لیجئے نہ آپ کی فرخندہ کا کوئی خط ہے نہ آپ کی شائستہ کا ۔ البتہ میرا خط موجود ہے ۔"

نازلی ۔ "ذرا پڑھیئے تو لکھتے کیا ہیں شاید کوئی تاریخ مقرر کر دی ہو ۔"

شاذلی ۔ "نہ تاریخ نہ کچھ پھر کچھ بال کی کھال نکالی ہوگی ۔ عجیب جھکی آدمی ہیں خان بہادر صاحب بھی ۔"

اسلم ۔ "ارے بھئی پہلے خط تو سن لو فرماتے ہیں :-

عزیز القدر اسلم میاں ۔ دعا ۔ تمہارا خط پہنچا ۔ برخوردار من مجھ کو اس میں قطعاً مسرت محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ اس سلسلہ میں تم خود خط و کتابت کر رہے ہو ۔ اگر تمہارے سر پر کوئی بزرگ نہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی ۔ خدا کے فضل و کرم سے چچا صاحب قبلہ موجود ہیں جو ہم سب کے بزرگ ہیں ۔ یہ درست ہے کہ ضعیفی کے باعث وہ یہ کام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے مگر کم سے کم ایک خط تو وہ لکھ دیں تاکہ معلوم ہو کہ اس رشتہ کی تحریک میں کچھ بزرگ بھی شامل ہیں ۔"

نازلی ۔ "بھلا بتائیے دادا میاں خط کیونکر لکھ سکیں گے ۔"

اسلم ۔ "یہ میں لکھ چکا ہوں پہلے ہی کہ نہ وہ بیچارے دیکھ سکتے ہیں نہ رعشہ

کی وجہ سے قلم ہاتھ میں لے سکتے ہیں مگر ان حضرت کو یہی رٹ ہے کہ وہی سلسلۂ جنبانی کریں ''

شاذلی ''اور یہ ہے کس قدر دقیانوسی خیال سچ کہتی ہوں اگر ماہ پارہ خود اتنی اچھی لڑکی نہ ہوتی تو یہ خان بہادر صاحب تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان کو کوئی اپنا خسر بنائے ''

نازلی ''آؤ چلو کہیں تو سہی دادا میاں سے شاید ٹٹول ٹٹول کر ایک آدھ لفظ لکھ سکیں ''

اسلم ''اجی توبہ کیجئے۔ یخنی کا چمچہ تک تو ہاتھ سے پکڑ نہیں سکتے۔ قلم کیسے پکڑینگے۔ اور دیکھ نہیں سکتے تو لکھیں گے کیا؟''

شاذلی ''پھر بھی کوشش کر دیکھتے ہیں۔ آؤ آپا اُن سے کہیں تو سہی ''

(تینوں جاتے ہیں۔ کھانسی کی آواز قریب آتی ہے)

دادا میاں ''کون؟ ——''

نازلی ''میں ہوں دادا میاں نازلی ''

دادا میاں ''خدا تم کو مناسب وقت تک سلامت رکھے ''

شاذلی ''دادا میاں۔ ان کو آپ جانتے ہیں نا خان بہادر چچا کو ''

دادا میاں ''خان بہادر۔ یعنی نصر اللہ۔ کیا ہوا اُس کو۔ وہ بھی لے گیا بازی

مجھ سے "

نازلی " جی نہیں دادا میاں ۔ وہ زندہ سلامت ہیں ان کی لڑکی ہے نامہ پارہ "

دادا میاں " اس کا البتہ افسوس ہوا ۔ کچی کلی ۔ ؎ ۔

ابھی تو نہ تھے اس کے مرنے کے دن

اسلم " لاحول ولا قوۃ "

دادا میاں " کیا کہا ۔ لاہور ہی میں انتقال ہوا "

شاذلی " دادا میاں انتقال نہیں ہوا ہے ۔ بھائی جان کی نسبت اس کے لئے بھیجنا ہے "

دادا میاں " کیا بھیجنا ہے اس کے لئے "

نازلی " نسبت دادا میاں ۔ بھائی جان کی نسبت "

دادا میاں " یعنی شادی کا پیام ۔ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک اپنے ہی عزیز ہیں ۔ ایک ہی خون ہے ۔ مگر لڑکی صورت شکل کی کیسی ہے ؟

شاذلی " بالکل اپنی ماں کی صورت دادا میاں "

دادا میاں " ماں کی صورت ؟ ارے بھئی ماں کی صورت میں کیا جانوں ۔ جب وہ بیاہ کر آئی ہے میں دیکھنے سے معذور ہو چکا تھا "

نازلی " اچھی خاصی ہے ۔ پڑھی لکھی ۔ نیک اور سلیقہ کی "

دادا میاں " عقیقہ کی ۔ یہ عقیقہ کیسا "

شاذلی "عقیقہ نہیں دادا میاں سلیقہ کی"

دادا میاں "سلیقہ کی۔ بس تو خدا اس کو بھی مناسب وقت تک سلامت رکھے بسم اللہ کرو"

نازلی "خان بہادر چچا کہتے ہیں کہ نسبت آپ لکھ کر بھیجیں"

دادا میاں "میں لکھوں۔ اے بیٹا میں کیسے لکھ سکتا ہوں۔ نہ قلم پکڑنے کا بوتا نہ آنکھوں میں نور"

شاذلی "ان کو یہ سب لکھا جا چکا ہے مگر اسی پر اڑے ہوئے ہیں"

دادا میاں "اچھا تو لاؤ کاغذ وغیرہ کوشش کرتا ہوں"

نازلی "بھائی جان ذرا جلدی سے کاغذ قلم دوات لائیے"

دادا میاں "(کھانستے ہوئے) عجیب ضد ہے۔ مگر وہ اپنے ہی بچے ہیں ورنہ میں کہتا کہ میری عمر کو پہنچیں اور دیکھیں کہ اس عمر میں انسان کیا بن جاتا ہے"

اسلم "نازلی یہ لو کاغذ قلم دوات"

نازلی "لیجئے دادا میاں کاغذ"

دادا میاں "پہلے قلم تو دو۔ ہاں یہ۔ روشنائی ہے اس میں"

شاذلی "جی ہاں روشنائی ہے۔ مگر ہاتھ تو بیحد کانپ رہا ہے"

دادا میاں "کوشش کرتا ہوں۔ نور چشم ——"

نازلی "نور تو دادا میاں لنکا کا نقشہ بن گیا اور چشم آپ نے اُسی کے اوپر لکھ دیا ہے"

دادا میاں "تو دوسرا کاغذ دے دو بیٹا میں کیا کروں"

شاذلی "یہ لیجئے اس پر بس دو فقرے لکھ دیجئے"

دادا میاں "نور چشم ٹھیک ہے بیٹا"

نازلی "نور نیچے ہے چشم اوپر ہے۔ خیر اسی طرح سہی"

دادا میاں "مناسب وقت"

شاذلی "ارے ارے۔ مناسب اور وقت ایک ہی میں گچ پچ ہو گئے"

نازلی "خیر لکھ لینے دو نیچے ہم لوگ ترجمہ کر دیں گے (بلند آواز سے) آپ لکھیئے دادا میاں"

دادا میاں "مناسب وقت تک سلامت رہو"

(شدت کی کھانسی)

اسلم "چلو چھٹی ہوئی دوات سارے کاغذ پر اُلٹ گئی۔ ان کے کپڑے بھی رنگ گئے"

شاذلی "وہ نہیں لکھ سکتے بیکار ہے یہ کوشش"

نازلی "میں ان کو لکھے دیتی ہوں کہ دادا میاں کے لئے کچھ لکھنا ناممکن ہے"

دادا میاں "مجھے لٹا دو بیٹا۔ (کھانسی) پھر لکھ دونگا —— (کھانسی) ٹھک

گیا ہوں ——"

اسلم "آپ آرام کیجیے دادامیاں"

شاذلی "خواہ مخواہ بیچارے ہلکان بھی ہوئے اور نہ لکھا گیا نہ کچھ"

نازلی "میں خان بہادر چچا کو پوری کیفیت لکھ دوں گی"

اسلم "اور لکھ دینا کہ ان حالات میں اگر آپ شادی کر دیں تو سبحان اللہ

ورنہ ——

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(سب ہنستے ہیں)

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

نجمہ ؛ (تھکی ہوئی آواز میں) بھئی خدا کے لئے ذرا دم لے لینے دو۔ آخر کتنا چلاؤ گے۔
اب مجھ سے بالکل چلا نہیں جاتا۔"

ببّی :۔ امی جان میں بھی تھک گئی ہوں۔"

جمال :۔ بس اب قریب آگیا ہے گھر۔ یہ جو سامنے جھاڑیاں ہیں نا۔ بس ان کے
پیچھے ہی ہمارا گھر ہے۔"

نجمہ ۔ کبھی جو آئے وہ موا گھر۔ اس جنگل بیابان میں کوئی بھی گھر بناتا ہے۔"

جمال :۔ نہ بناتا کوئی یہاں گھر تو ہم کو ملتا کیسے۔ زندگی بھر خانہ بدوش رہتے۔
دیکھو دیکھو سنبھل کر چلو۔ ابھی گئی ہوتیں اس خندق میں۔"

نجمہ " خدا کی مار ایسے گھر پر کہ خندق اور کھائیاں پھاندتے چلے جا رہے ہیں "

جمال " ناشکری ہو تم تو۔ میں کہتا ہوں اسی کو غنیمت سمجھو کہ گھر ملا تو سہی ورنہ ملتا کسے ہے آجکل گھر "

ببی " بھئی اللہ۔ اب کتنی دُور ہے وہ گھر "

جمال " بُری بات ہے بیٹی اتنی جلدی ہمّت نہیں ہارا کرتے "

نجمہ " وہ تو بچی ہے۔ میرا یہ حال ہے کہ چھالے پڑ گئے ہیں۔ اور میں نے کہا کیا یہاں ہمیشہ اسی طرح آنا پڑے گا۔ کوئی سڑک وڑک نہیں آتی اِدھر؟ "

جمال " کمال کرتی ہو تم بھی۔ سڑک آتی ہوتی تو گھر خالی کیوں پڑا رہتا۔ اب چاہے سڑک لے لو چاہے گھر لے لو۔ وہ دیکھو اب نظر آنے لگا۔ وہ جو سامنے نالہ ہے نا اس کو پھاندا اور بس گھر پہنچے۔ ایک بات تو ہے کہ ہے بڑے سکون کی جگہ "

نجمہ " جھاڑو پھرے اس سکون کے۔ یہ بھی بھلا انسانوں کے رہنے کی جگہ ہو سکتی ہے "

جمال " جب کھلی ہوئی ہوائیں کھاؤ گی۔ صبح کے دھندلکے میں پرندوں کے نغمے سُنو گی۔ خود رَو پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آئے گی اور یہ ساری کوفت بھول جاؤ گی "

نجمہ "(چیخ کر) اُوئی ——— سانپ ——— سس ——— سس ——— سانپ ———"

جمال "ششش ششش۔ چُپ رہو وہ گذر جائے گا۔ تم اُس سے نہ ڈرو وہ خود تم سے ڈر کر بھاگا ہے"

بنّی "امّی میرا ہاتھ پکڑ لیجئے"

نجمہ "بھئی لوٹ چلو۔ میں تو قیامت تک اس مکان میں نہیں رہ سکتی۔ مجھ سے نہیں رہا جائے گا یہاں"

جمال "اچھا بھئی نہ رہنا۔ مگر اب آ گئی ہو تو دیکھ تو لو مکان۔ اے لو بس اب ذرا ہمت کر کے یہ نالہ پھاند لو۔ ٹھہر جاؤ پہلے میں پھاند کر اُدھر ہو جاؤں پھر تم کو ہاتھ پکڑ کر پھندا دونگا"

نجمہ "نہیں تم نہ پھاندو۔ مجھے یہاں اکیلا نہ چھوڑو۔ پھر کہیں وہ نہ آ جائے۔ وہ زمین ——— والا ——— رسّی ———"

جمال "یعنی سانپ۔ کمال کرتی ہو تم بھی (پھاند کر) لو بس۔ اب یہ ہاتھ پکڑو میرا۔ بڑھو نا ذرا آگے"

نجمہ "پہلے بنّی کو پھندا دو۔ لو نا اس کا ہاتھ پکڑو۔ بلکہ بیٹی تو پہلے تو اپنی چپل اُدھر اچھال دے"

بنّی "لیجئے ——— بس ——— لیجئے پکڑ یئے میرا ہاتھ۔ بھئی اللہ میں گر نہ

جاؤں کہیں ''

جمال '' گرو نہیں تو جائے گی ۔ بنتی بھی ہے ۔ لا ادھر ہاتھ ۔ اب کود کر ادھر آجا ''

نجمہ '' بسم اللہ ''

بنّی '' (چھینکتی ہے)

جمال '' شاباش ۔ اتنی سی بات تھی ۔ لو اب تم بھی ذرا ہمت کرو ۔ لاؤ ہاتھ ادھر لاؤ ''

نجمہ '' تمہیں میری قسم گھسیٹ نہ لینا کہیں ''

جمال '' غرارہ بھی تم کو آج ہی پہن کر آنا تھا ۔ اب لا بھی جلدی ہاتھ ۔ ہاں یہ ۔ میں زور لگاتا ہوں تم پوری طاقت سے پھاندنا ''

نجمہ '' ٹھہرو ٹھہر ٹھہرو ۔ ابھی گئی تھی اوندھے منہ موئے نالے میں ''

جمال '' اچھا تو کھڑی رہو تم اُس طرف اور میں چلا بنّی کو لیکر ''

نجمہ '' اے واہ ۔ یہ بھی کوئی بات ہے ۔ لو پکڑو میرا ہاتھ ۔ بھئی اللہ کے واسطے گرا نہ دینا ۔ (پھاندتے ہوئے) بسم اللہ ''

جمال '' شاباش ''

نجمہ '' خاک شاباش ۔ جوتی نگوڑ ماری ایک پیر میں ہے دوسری اُسی طرف رہ گئی ۔ کیا گت بنوائی ہے یہاں لاکر ''

جمال "خیر تم تو آ گئیں - جوتی بھی لائے دیتا ہوں (گویا پھاندتے ہوئے) ایک ہی ہے نا ؟ (پھاند کر آتے ہوئے) لو یہ لو - بس اب راستہ صاف ہے اور وہ رہا مکان "

نجمہ "ہائے میرے اللہ - اس کے تو ارد گرد اور مکان ہی نہیں ہے - یہ موا مکان ہے یا ٹاپو "

جمال "علاوہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اس مکان کی کہ - ع -

کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

نجمہ "مجھے تو یہ بھوتوں کا ڈیرہ لگتا ہے - کیسی وحشت برس رہی ہے "

جمال "خیر تم چلو تو اندر "

نجمہ "اور سامان کیا کھلے مکان میں یوں ہی چھوڑ گئے تھے "

جمال "نہیں صاحب سامان آپ کا محفوظ ہے آپ اندر تشریف لے چلیے "

نجمہ "(ایک دم چیخ کر) اُوئی —— یہ —— یہ —— "

جمال "ہائیں - ہائیں - یہ مکان کی مالکہ ہیں - معاف کیجیے گا بہن صاحبہ یہ میری بیوی کچھ اسی قسم کی ڈرپوک واقع ہوئی ہیں "

مالکہ "آئیے - آئیے - میں تو سمجھی تھی آپ لوگ اب صبح آئیں گے - وقت زیادہ ہو گیا تھا نا "

نجمہ "بس یہ ایک ہی کمرہ ہے "

مالکہ ۔ "جو کچھ ہے بس یہی ہے۔ ایک باورچی خانہ باہر بنا لیا ہے۔ مگر یہ کمرہ ہے بھی تو کتنا بڑا ؟"

ببّی ۔ "امّی یہاں پانی کہاں سے آئے گا ؟"

مالکہ ۔ "پانی کی کوئی کمی نہیں۔ کنواں ہے یہاں سے قریب ۔"

نجمہ ۔ "آس پاس کوئی اور مکان بھی نہیں ہے ۔"

مالکہ ۔ "جی ہاں پاس پڑوس کا جھگڑا تو بالکل نہیں ہے۔ شہر سے قریب بھی اور الگ تھلگ بھی۔ راستہ البتہ ذرا خراب ہے ۔"

نجمہ ۔ "اس کو آپ ذرا خراب کہتی ہیں مصیبت ہو گئی یہاں تک پہنچنا ۔"

مالکہ ۔ "اچھا خیر اب آپ لوگ اپنا سامان کھولئے۔ بستر لگائیے۔ اور کچھ روشنی کا بھی سامان ساتھ ہے ؟"

نجمہ ۔ "روشنی کا سامان ؟ ۔ تو کیا بجلی بھی نہیں ہے ؟"

جمال ۔ "بجلی نہیں تو آپ کے لئے یہاں بجلی گھر ہو گا ۔ مگر واقعی ہم لوگ تو لالٹین بھی نہیں لائے اور اب تو اندھیرا بھی ہو چلا ہے۔ خیر میں جاتا ہوں کوئی انتظام کرنے ۔"

نجمہ ۔ "اکیلے ؟ ــــــ کبھی جو میں جانے دوں ۔ دیا سلائی ہے تمہاری جیب میں ؟"

جمال ۔ "ہے تو سہی مگر شاید دو چار تیلیاں ہوں ۔"

مالکہ "تو آخر اس قدر پریشانی کی کونسی بات ہے۔ نہ سہی ایک رات روشنی میں تو ہمیشہ بغیر روشنی کے رہی"

نجمہ "یہ تو اور بھی مصیبت ہوئی۔ ایک تو یوں ہی وحشت ہو رہی ہے اُوپر سے اندھیرا گھپ"

مالکہ "اب آپ لوگ اس تھوڑی بہت روشنی میں بستر لگا لیجئے اور کھانے سے فراغت کر لیجئے"

جمال "کھانا تو خیر ہم لوگ کھا چکے ہیں مگر کیا واقعی کہیں سے روشنی کا انتظام نہیں ہو سکتا"

مالکہ "میرے خیال میں تو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے"

نجمہ "آپ کو نہیں ہے نا۔ مگر ہم سے تو اندھیرے میں رات نہ کٹے گی۔ میں ان سے پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ صبح چلینا۔ ذرا دیکھو تو سہی کتنی ہیں دیا سلائیاں"

جمال "(دیا سلائی کی ڈبیہ نکال کر) ہیں چار پانچ۔ ان ہی کو احتیاط سے جلائیں گے بہر حال اب تو رات کاٹنا ہے۔ میرے خیال میں بہن صاحبہ آج رات آپ بھی یہاں رہ جائیں"

مالکہ "رہنا تو پڑے ہی گا اس وقت جانا چاہوں تو بھی کیسے جا سکتی ہوں"

جمال "تو میں بستر وغیرہ درست کر دوں"

(جاتا ہے)

مالکہ "تمہارا کیا نام ہے بیٹی"

ببّی "میرا نام ببّی ہے"

نجمہ "اس مکان میں کب سے کرایہ دار نہیں آئے"

مالکہ "بات یہ ہے کہ جب سے میری بڑی بہن کا انتقال ہوا ہے یہ مکان خالی پڑا رہتا ہے۔ اصل میں یہ اُن ہی کے لئے بنایا گیا تھا۔ اُن کو بڑی بیماری ہوگئی تھی تو ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ آبادی سے باہر رہیں۔ وہ بیچاری اسی مکان میں مریں"

نجمہ "اس کے بعد سے یہاں کوئی نہیں رہا۔ نہ یہاں چراغ جلایا گیا"

مالکہ "بہن بات یہ ہے کہ ہمارے بعض دشمنوں نے پھر اس مکان کو بدنام کر دیا کہ اس میں کچھ آسیبی خلل ہے"

نجمہ "(سہم کر) آسیبی خلل؟"

مالکہ "ہاں بہن آسیبی خلل۔ کسی نے کہا کہ ہم نے اِس میں کسی کو ٹہلتے دیکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ خالی مکان سے باتیں کرنے کی آواز آتی ہے"

نجمہ "باتیں کرنے کی آواز"

مالکہ "نگمہ میں نے کبھی یہاں نہ کسی کو دیکھا نہ کوئی بات سُنی۔ میں تو اکثر یہاں

آجایا کرتی ہوں اور دن بھر اس طرح رہتی ہوں جیسے اپنی مری ہوئی بہن کے ساتھ ہوں ''

ببّی '' امّی - ابّا جان کہاں گئے ''

نجمہ '' میں نے کہا سنتے ہیں آپ ''

جمال '' بس ہیں بہن صاحبہ کا بستر بچھا وہیں پھر آیا ''

مالکہ '' میرے لئے آپ بستر کی فکر نہ کریں - پڑ رہوں گی میں یوں ہی - چارپائی تو موجود ہی ہے ''

جمال '' (قریب آتے ہوئے) آپ کا بستر بھی تیار ہے اور پانی کا اس وقت کیا انتظام ہوگا ''

مالکہ '' پانی موجود ہے - میں نے ایک گھڑا بھر کر رکھ لیا تھا کہ آپ لوگوں کو تکلیف نہ ہو ''

نجمہ '' میں نے کہا یہ تو کہہ رہی ہیں کہ یہ مکان بدنام ہے ''

مالکہ '' میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں نے یہ کہا کہ اس مکان کو بدنام کیا گیا - لوگوں نے طرح طرح کے قصّے بنا لئے کہ یہاں کوئی سفید لباس پہنے اکثر ٹہلا کرتا ہے ''

جمال '' جی کیا فرمایا ؟ سفید لباس پہنے ''

نجمہ '' توبہ تم گھسے کہاں آرہے ہو - ایک طرف سے بتّی لدی ہوئی ہیں دوسری

طرف سے وہ آموجود ہوئے۔"

جمال "تو گویا ٹہلا کرتا ہے کوئی۔"

مالکہ "اجی نہیں۔ کہنے والے تو یوں ہی گھڑ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں باتیں کرنے کی آواز اکثر سنائی دیتی ہے۔ کبھی قہقہے سنائی دیتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی کوئی ایسی آواز نہیں سنی نہ کسی کو دیکھا۔"

نجمہ "اب بھلا بتاؤ کیا خاک نیند آئے گی مجھ کو۔"

بنّی "امّی جان مجھ کو اپنے اور ابّا جان کے بیچ میں بٹھا لیجئے۔"

مالکہ "تو کیا ڈر لگ رہا ہے تم کو۔ ڈرنے کی کونسی بات ہم سب جو موجود ہیں۔"

جمال "مگر یہ بات تو آپ کو پہلے ہی بتانا تھی۔ اب تو میری نیند بھی اچاٹ ہو جائے گی۔"

نجمہ "کوئی صورت ایسی نہیں ہو سکتی کہ ہم لوگ یہاں سے کم سے کم اس وقت چلے جائیں۔"

مالکہ "اب کہاں جا سکتی ہو۔ دیکھ رہی ہو اندھیرا پھیل چکا ہے۔"

جمال "نہیں صاحب اللہ مالک ہے ہم لوگ اس قدر ضعیف الاعتقاد نہیں ہیں۔ بہن صاحبہ آپ اپنے بستر پر تشریف لے جائیں۔ یہ تمہارا پلنگ ہے اور یہ بنّی کا۔"

نجی "میں امّی کے ساتھ سوؤں گی"

نجمہ "اور میرا پلنگ اتنی دُور کیوں رکھا ہے۔ اپنے پلنگ سے ملا لو نا اور پہلے ذرا ایک دیا سلائی تو جلاؤ۔ میں ایک مرتبہ روشنی میں کمرے کو دیکھ تو لوں"

جمال "(دیا سلائی جلاتے ہوئے) لو دیکھ لو"

مالکہ "ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ایسی باتوں سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ یہ سب وہم کی باتیں ہوتی ہیں"

جمال "جی بیشک۔ نجّی تم سو جاؤ بیٹی میں جاگ رہا ہوں"

نجمہ "وہ تو سہمی جا رہی ہے۔ ننھّی سی جان۔ اُس کو تو اس قسم کا پہلا اتفاق ہے"

جمال "اتفاق تو خیر مجھ کو بھی پہلا ہی ہے۔ مگر کرنا تو کیا کرتا۔ مکان حاصل کرنے کے لئے کون سے جتن نہیں کئے۔ درخواستیں دیں۔ دوڑتے دوڑتے بُرا حال کیا اپنا۔ سفارشیں پہنچائیں۔ اثر ڈلوائے۔ مگر مکان ہو تو ملے۔ بمشکل تمام یہ مکان نظر آیا تو اس میں یہ عیب ——"

مالکہ "عیب ویب کچھ نہیں ہے۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ اطمینان سے سوئیے"

جمال "سونا تو خیر ناممکن ہے البتہ اب کہہ ہی کیا سکتے ہیں مجبوری کا نام صبر ہے۔

رات تو اب کاٹنا ہی ہے۔"

نجمہ "بتی خدا کے لئے میرے کلیجہ میں اس طرح نہ گھسو دم گھٹا جا رہا ہے۔"

جمال "ڈرو نہیں بیٹی میں جاگ رہا ہوں۔ تم سو جاؤ۔ شاباش۔ ہم لوگوں کو اس قسم کے واہموں کی پروا بھی نہ کرنا چاہیئے۔ یہ وہم پرستی ہے اور ہمارے لئے بڑی بری بات ہے۔ میں نے کہا بہن صاحبہ —— بہن صاحبہ —— سو گئیں شاید۔ تم بھی سو جاؤ بتی۔ میں جاگ رہا ہوں۔"

(کتوں کے بھونکنے۔ سیاروں کے چیخنے اور کبھی کبھی اُلو کی آواز، چمگادڑوں کی آواز یا وغیرہ۔)

نجمہ "(چپکے سے) سو گئے۔ میں نے کہا سو گئے کیا؟"

جمال "جاگ رہا ہوں۔ تم بھی جاگتی رہنا۔ بتی سو گئی۔؟"

نجمہ "وہ تو سو گئی ہے مگر مجھے سخت وحشت ہو رہی ہے۔ جانوروں کی آوازوں سے اور بھی دل اُچھلنے لگتا ہے۔"

جمال "کچھ پڑھ کر اپنے اوپر اور میرے اوپر دم کر دو۔"

نجمہ "میں نے کہا۔ یہ جو عورت ہے نا۔ جس کو تم بہن صاحبہ کہتے ہو۔"

جمال "ہاں ہاں۔ کیا بات ہے اس میں۔"

نجمہ "تم نے خود سے اس کے پیر دیکھ لئے تھے۔"

جمال :۔ "کیوں بات کیا ہے ؟"

نجمہ :۔ "ابھی آگے اور پیچھے پیچھے تو نہیں تھے ؟"

جمال :۔ "پاگل ہوئی ہو تم تو۔ اطمینان سے بیٹھو۔"

نجمہ :۔ "چپکے سے دیا سلائی جلا کر ذرا دیکھ لیتے تو اطمینان ہو جاتا۔ یہ آخر ناک میں کیوں بول رہی تھیں ؟"

جمال :۔ "کہیں بھی نہیں تم کو یوں ہی شبہ ہوا ہو گا۔ بہر حال میں دیکھے لیتا ہوں۔ (دیا سلائی جلاتا ہے) لو تم خود دیکھ لو۔"

نجمہ :۔ "یا اللہ نہ جانے یہ رات کیسے کٹے گی ؟"

(پھر خاموشی۔ کتوں کے بھونکنے۔ سیاروں کے چیخنے اور کبھی کبھی الو کے بولنے اور چمگادڑوں کی آواز)

مالکہ :۔ (جیسے خواب میں بولتے ہوئے) خبردار۔ میں جانے کیسے دوں۔ ٹھہر جاؤ۔"

(ایک دم سے جمال اور نجمہ چیختے ہیں اور پھر بتی کی آواز بھی ان میں شامل ہو جاتی ہے)

مالکہ :۔ (ایکدم گڑبڑا کر) کیا ہوا۔ ارے کیا ہوا۔ میں ہوں۔ سنو تو۔"

جمال :۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) استغفر اللہ۔ لاحول و لا قوۃ۔ استغفر اللہ۔ لاحول و لا قوۃ۔"

مالکہ :" ہُوا کیا آپ لوگوں کو۔ ذرا دیا سلائی تو نکالیے۔"

جمال :" (دیا سلائی جلا کر) نجمہ۔ بنّی۔ نجمہ۔"

مالکہ :" معلوم ہوتا ہے بیہوش ہوگئی ہیں۔ ذرا سا پانی لائیے مُنہ پر چھینٹے دیجئے۔ نہ جانے ہُوا کیا۔"

جمال :" وہی آواز ہے۔ ہم نے خود سُنی ہیں۔ ابھی سُنی ہیں۔ یہ لیجئے پانی۔"

مالکہ :" لائیے میرے چلّو میں دیجئے مُنہ پر چھینٹا دینا چاہیئے۔"

جمال :" نجمہ۔ بنّی۔ سنو تو سہی۔ نجمہ۔ ہوش میں آؤ نجمہ میں ہوں جمال۔"

نجمہ :" تم ــــ وہ ــــ وہ ــــ"

جمال :" وہ کچھ نہیں نجمہ۔ دیکھو تو بنّی کو ہوش میں لاؤ۔ یہ کیا واہیات ہے۔"

مالکہ :" مگر یہ ہُوا کیا آخر۔ کہیں میں تو سوتے میں نہیں بَرّائی تھی۔ یہ عجیب کمبخت میری عادت ہے کہ سوتے میں نہ جانے کیا کیا بکا کرتی ہوں۔"

نجمہ :" آپ ــــ آپ نے سوتے میں کروٹ لی میں غور سے ــــ غور سے آپ کو دیکھ رہی تھی۔"

مالکہ :" ہاں ہاں پھر میں نے بکنا شروع کر دیا ہوگا۔"

نجمہ :" شاید ــــ مگر نہیں۔ وہ بڑی خوفناک آواز تھی۔"

جمال :" بنّی ــــ بیٹی۔ دیکھو تو میں بول رہا ہوں۔"

نجمہ :" ابّو۔ بنّی۔"

مالکہ :۔ بس اب ٹھیک ہے اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ ذرا آپ دیا سلائی جلائیے تاکہ اس کو اطمینان ہو جائے "

جمال :۔ بلکہ میں اخبار جلاتا ہوں (دیا سلائی جلا کر کاغذ کھڑکھڑاتا ہے) بس اب تو اطمینان ہوا۔ اچھا اب اُٹھ کر بیٹھ جاؤ ہم سب اب بیٹھ کر رات کاٹیں گے "

مالکہ :۔ میرے خیال میں تو رات ختم ہونے کو آئی صبح ہونے ہی والی ہے "

جمال :۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ پہاڑ سی ہو کر رہ گئی ہے یہ رات۔ وہی مثل کہ

کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

(چڑیوں کی اِکّا دُکّا آواز۔ پھر یہ آواز بہت سی چڑیوں کی بن جاتی ہے)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

(دبی دبی ہنسی کی کچھ مردانہ اور زنانہ آوازیں

سراج آہستہ سے ہنسنے سے سب کو روکتا

ہے۔)

سراج "اب تم لوگ ہنسی کی آوازیں نانا میاں تک پہنچا کر اور بھی قیامت

برپا کروگے"

زہرہ "سراج بھائی تو آپ آخر جانے کیوں نہیں۔ میں بتاؤں۔ ذرا اپنی

خاندانی بہادری کی کچھ روائتیں یاد کیجئے اقبال کا ایک آدھ شعر پڑھیے

سنئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

سراج "جی ہاں ہیں بحرِ ظلمات میں ممکن ہے کہ گھوڑے دوڑا دیں مگر نانا میاں کی بیٹھک میں جانا اس قدر آسان نہیں ہے۔ آخر اکرام کیوں نہیں جاتے پہلے۔"

اکرام "کون ہیں؟ تو بہ کیجئے۔ اول تو میں اتنا لالچی نہیں کہ دو ٹپلے کی عیدی حاصل کرنے کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لوں دوسرے آج تک میں نے کبھی ایسے راستہ میں قدم نہیں رکھا ہے جس کے متعلق مجھے یقین نہ ہو کہ چند رہرو بخیریت منزل تک پہنچ گئے ہیں۔"

زہرہ "جب تک جان ہے تو جہان ہے۔ اچھا میں بتاؤں اسلم کو بھیجا جائے پہلے۔"

اکرام "ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ بڑا اچھا قربانی کا بکرا تجویز کیا ہے۔"

سراج "ذرا سا اس کو تان دو تو وہ توپ کے منہ میں گھس جائے نانا میاں کی بیٹھک کا کیا سوال ہے۔ زہرہ تم اس کو پکڑ لاؤ کسی طرح۔"

زہرہ "ابھی لیجئے۔ جب تک آپ لوگ اس کی شان میں ایک قصیدہ تیار کر لیجئے۔ بات یہ ہے کہ دو چار خوشامدانہ فقروں کے بعد وہ یقیناً چلا جائے گا نانا میاں کے سلام کو اور اس طرح ہم لوگوں کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس وقت نانا میاں کی موسمی حالت کیا ہے۔"

اکرام "ہاں پھر ہم اپنے جانے نہ جانے کا فیصلہ آسانی سے کر سکیں گے۔"

زہرہ "میں ابھی لاتی " (جاتی ہے)

سراج "دیکھو اکرام اس وقت اسلم کو کسی بات پر چڑھانہ دینا تمہاری عادت ہے کہ اس کو کچھ نہ کچھ کہہ کر فوراً خفا کر دیتے ہو۔"

اکرام "توبہ کیجئے کیا مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ اسلم سے ہم کو اس وقت کتنا بڑا قومی کام لینا ہے۔ واقعی خدا کی کوئی تخلیق مصلحت سے خالی نہیں ہے اب دیکھئے کہ اسلم تک کی ضرورت محسوس ہو کر رہی "

سراج "شش شش۔ وہ آرہا ہے "

(اسلم اور زہرہ داخل ہوتے ہیں)

اسلم "یہ آج کیسے یاد فرمایا گیا ہے اس خاکسار کو "

زہرہ "پھر وہی اسلم بھائی۔ آخر آپ کو یاد نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ عید کا دن ہے۔ آپ اپنے بھائی ہیں۔ اب تک آپ کا انتظار کیا کہ شاید خود ہی آپ ملنے کو آئیں آخر دل نہ مانا۔ خود ہی آپ کو جا کر لانا پڑا "

اکرام "تم تو خود ہی خفا خفا سے رہتے ہو ورنہ ہمارا دل تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ تم ہم سے قریب رہا کرو "

سراج "فرض کرلو کہ تم کو خفا کرنے کے سلسلہ میں زیادتی کچھ ہماری ہی ہوتی ہے مگر عید کا دن گلے ملنے کا ہوتا ہے شکوے شکایتیں دور

کر دینے کا دن"۔

اسلم "آج تو آپ لوگ بیحد خوش اخلاق نظر آ رہے ہیں۔ مجھ کو تو یہ کچھ خواب کا سا عالم نظر آ رہا ہے۔ بلکہ حالات اور واقعات نے مجھ کو اس قدر چوکنا کر دیا ہے کہ مجھ کو آپ لوگوں کی اس قسم کی عنایتیں بیحد خوفناک معلوم ہوتی ہیں"۔

زہرہ "اسلم بھائی کمال کرتے ہیں آپ بھی ہماری بیساختہ محبت کا بھی جواب ہونا چاہیئے جو آپ دے رہے ہیں"۔

اسلم "پچھلے ہفتے اسی قسم کی عنایتوں اور محبتوں کی بارش مجھ پر ہوئی تھی۔ جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا تھا کہ نانا میاں نے مجھ کو گھر تک سے نکال دینے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ جیب خرچ میں دو روپیہ ماہوار کی مستقل کمی کر دی تھی اور عید کی شیروانی بجائے ریشمی کے سوتی بنوائی گئی میرے لئے۔ فرمایئے۔ میں کچھ جھوٹ تو نہیں کہہ رہا ہوں"۔

زہرہ "اس سلسلہ میں تو کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی دونوں طرف"۔

اسلم "جی ؟ بجا ارشاد۔ غلط فہمی کا تو کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ دانستہ آپ تینوں نے میری شکایت کی کہ گویا میں امتحان کی فیس تک لے جا کر کھا گیا۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ صرف پانچ روپے زیادہ لئے تھے باقی پائی پائی میں نے جمع کر دی اور یہ کہ میں بجائے پڑھنے

کے برج کھیلنے جاتا ہوں - اس مہینہ میں تین مرتبہ سلیم آگیا، پرچے آؤٹ کرانے کی کوشش کر رہا ہوں ۔"

سراج ۔" بھئی وہ تو ایک قسم کا جوابی حملہ تھا کہ تم نے نانامیاں سے جا کر جڑ دیا تھا کہ ہم لوگ کالج سے خود اُن کی بیماری کا بہانہ کر کے پکنک پر گئے ہوئے ہیں ۔"

اسلم ۔" جی ہاں - وہ تو میں نے اس لئے کہا تھا کہ مجھ کو دانستہ نظر انداز کیا گیا تھا - نہایت حقارت کے ساتھ اپنی محفل کے شایانِ شان نہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا - پھر یہ کہ میں نے خود کہا بھی نہیں جب مجھ سے پوچھا گیا تو بلیٹنگ میں جھوٹ نہ بول سکا ۔"

اکرام ۔" لاحول ولاقوۃ ان گڑے مُردوں کو اُکھاڑنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے ۔ مطلب تو صرف یہ ہے کہ لاٹھی مارے پانی جدا نہیں ہو سکتا جو کچھ ہو چکا ہے اُس کے باوجود یہ تو ہونے سے رہا کہ ہم اپنے دل سے تمہاری محبت کو نکال دیں یا یہ کہ تم ہمارے بھائی نہ رہو ۔"

زہرہ ۔" آپ لوگ تو شاید یہ کر بھی سکیں مگر ایک بہن کے لئے یہ ناممکن ہے ۔"

اسلم ۔" میں سب سے زیادہ زہرہ بی بی کی ان میٹھی میٹھی باتوں سے ڈرتا ہوں - ان کی چاپلوسی نہایت خطرناک ہوتی ہے لومڑی ہیں یہ

بالکل لومڑی ۔"

زہرہ ۔"خیر اب مجھ کو اطمینان ہو گیا کہ اسلم بھائی کم از کم مجھ سے خوش ہو گئے ہیں ورنہ اس پیار سے لومڑی نہ کہتے ۔"

سراج ۔"مجھ کو تو اسلم پر واقعی رشک ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے نانا میاں پر ان کا جو اثر ہے وہ کسی اور کا نہیں ۔"

اکرام ۔" نانا میاں نے ہمیشہ ان کو چاہا۔ وہ پھر بھی اگر کسی کی بات مان لیتے ہیں تو ان ہی کی ۔"

زہرہ ۔" اس وقت دیکھا نہیں آپ نے کہ ہم لوگوں سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ ہمارے اسلم میاں کہاں غائب ہیں ۔"

اسلم ۔"کیا مطلب ؟ یعنی آپ لوگ سلام کے لئے ہو آئے ۔"

سراج ۔" اجی صاحب آج کا سلام تو تاریخی حیثیت رکھتا تھا ۔ تاریخ میں یہ ذکر سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا کہ آج نانا میاں بات بات پر مسکرا رہے تھے ان کی جبینِ اقدس پر نہ کوئی شکن تھی نہ آنکھوں میں قہر کی کوئی چنگاری ۔"

اکرام ۔" اور صاحب میں تو حیران رہ گیا کہ آج ہم لوگ گلے سے لگائے گئے ۔"

زہرہ ۔" دیر تک سر اسر سہلاتے رہے ۔"

سراج :۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ عیدی میں دس دس روپے کے نوٹ مرحمت فرمائے "۔

اسلم :۔ "یعنی یہ اصلی نوٹ دس روپے والے جو آج کل چل رہے ہیں۔؟"

زہرہ :۔ (ہنس کر) کیا باتیں ہیں آپ کی بھی اسلم بھائی اصلی نہیں تو کیا جعلی نوٹ ہوتے "۔

اکرام :۔ سچ تو کہہ رہے ہیں اسلم واقعی نانا میاں کی اس فیاضی کا مجھ کو خود اعتبار نہ ہوتا اگر میں اس نوٹ کو فوراً بھنا کر دس روپے نقد نہ کر لیتا "۔

سراج :۔ اس فیاضی کی وجہ تو مجھ کو معلوم ہے کل ہی علاقہ سے روپیہ آیا ہے اور سُنا ہے کہ کسی ایسے اسامی سے بھی روپیہ مل گیا ہے جس کے متعلق یہ سطے تھا کہ وہ پھوٹی کوڑی بھی نہ دے گا "۔

اکرام :۔ ہاں ہاں سلا رو تا، اُس سے تو نو سال سے مقدمہ چل رہا تھا "۔

اسلم :۔ روپیہ آنے کو خواہ کتنا ہی آئے مگر وصول کرنا دوسری چیز ہے اور یکمشت دس دس روپے کے نوٹ عیدی کے طور پر دے دینا تو واقعی نانا میاں کے لئے کمال کی بات ہے "۔

زہرہ :۔ "تو کیا آپ کو ابھی تک کچھ نہیں ملا "۔

اسلم :۔ ملتا کہاں سے۔ دو روپیہ کے لئے جان دینے کون جاتا مصیبت

مول لینا ہو تو کوئی وہاں جائے۔ پہلے اپنی تمام نالائقیوں کی فہرست سُنیئے۔ پھر ڈانٹ ڈپٹ برداشت کیجئے۔ ان کے طنز اور ملامت کا شکار بنیئے اور جب تمام گھتیں بن چکیں تو دو روپے لے کر آ جائیے۔"

سراج :۔ "روپیہ پیسے کا سوال نہیں مگر عید کا دن ہے سلام کرنے تو یوں بھی جانا ہی چاہیئے۔ دوسرے آج تو بیحد خوش مزاج ہیں۔"

اکرام :۔ "مجھ کو تو یاد نہیں آتا کوئی ایسا نادر ہی واقعہ کہ وہ اس طرح ہنسے ہوں اور اس قدر شگفتہ ہوں۔"

زہرہ :۔ "جی نہیں اس سال میں یہ دوسرا واقعہ ہے ۱۶ر جنوری کو بھی ہنسے تھے جب جمیل کی پیدائش کا تار آیا تھا۔"

اسلم :۔ "تو میرا ذکر کیونکر آ گیا تھا۔"

سراج :۔ "ذکر کی بات نہیں ہم لوگوں کو دیکھ کر غالباً خیال آیا ہوگا کہ تم نہیں ہو صندوقچہ سے دس دس کے چار نوٹ نکال لے ایک ایک ہم تینوں کو دے دیا اور پھر خود ہی پوچھا۔ آج ہمارے اسلم میاں کہاں ہیں۔"

اسلم :۔ "بھلا بتلائیے۔ اگر اُس وقت میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلا جاتا تو ایک بار ہی ہلکا ہو جاتا۔ اب اکیلا کیسے جاؤں۔ اس قسم کے موقعوں

پر ایک سے دو کا ہونا اچھا ہوتا ہے "

زہرہ " خیر آپ کے لئے تو یہ صورت نہیں ہے۔ یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ اگر کسی کا خیال کرتے ہیں تو آپ کا البتہ ہم لوگوں کیلئے یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے "

سراج " کل رحیم کہہ رہا تھا کہ اسلم میاں سے کہہ کر بڑے سرکار سے تنخواہ بڑھوا لوں گا "

اکرام " اور آج ہی ہم لوگوں سے کیا کہا کہ میرے لئے اسلم سے تم لوگ کسی طرح کم نہیں ہو "

زہرہ " خیر وہ تو جو ہی ہے میرا خود ارادہ ہے کہ اسلم بھائی کے ذریعہ نانا میاں سے کہلواؤں گی کہ مجھ کو سینے کی مشین لے دیں "

اسلم " تو پھر میں بھی ہمت کر کے ہو ہی آؤں "

سراج " ہاں ہاں بس جاؤ اور سلام کر کے آجاؤ کونسی بڑی بات ہے "

اسلم " جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا " (جاتا ہے)

(ان تینوں کی دبی ہوئی ہنسی)

زہرہ " بے موت مارا گیا بیچارہ "

اکرام " ان کو عید کے دن یوں ہی خدا جانے کس بات کا غصہ ہوتا ہے۔

اوپر سے آپ لگے ہیں۔ خدا ہی خیر کرے "

سراج " نانا میاں کا درجہ حرارت معلوم کرنے کے لئے اس سے عمدہ تھرمامیٹر
ہم لوگ اس وقت ایجاد نہیں کر سکتے تھے "

زہرہ " دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو جائے اس کورٹ مارشل
کا تماشہ "

اکرام " اس دروازے سے دیکھو وہاں آواز بھی صاف آئے گی "
(تینوں جاتے ہیں۔ نانا میاں کی کرخت
آواز آرہی ہے)

نانا میاں " کیا چاہتے ہو۔ میرا مطلب یہ کہ کیسے آنا ہوا۔ گویا جناب نے
کس سلسلہ میں زحمت فرمائی "

اسلم " یونہی سلام کرنے حاضر ہو گیا تھا "

نانا میاں " سلام کرنے ؟ جی۔ ع
سلام روستائی بے غرض نیست
گویا آپ مجھ کو اس قدر بیوقوف سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی تشریف آوری
کا مقصد اور اس سلام کی تقریب تک نہیں سمجھ سکتا۔ جی ؟ برخوردار
یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں۔ آپ ذرا سچ بولنے کی
کوشش کیجئے کہ کیسے آنا ہوا "

اسلم:- عبید کا سلام کرنے حاضر ہوا تھا۔

نانا میاں:- وہ تو میں سمجھا۔ مگر عبید کا سلام کرنے آپ میرے ہی پاس کیوں تشریف لائے۔ یا میرے پاس آنے سے قبل آپ اپنے دادا جان کی خدمت میں کیوں نہیں گئے۔ جی؟ ——— جانتے ہیں کیا تھا کہ وہاں ان سلاموں سے دال نہیں گلتی یہ حماقت تو آپ صاحبان کو مجھ ہی خاکسار میں نظر آتی ہے کہ آپ کے ان سلاموں کا معاوضہ ادا کرتا ہوں۔ جی؟ ——— اب مجھ سے پوچھیئے کہ یہ سلام نہیں بلکہ تقاضہ ہے گویا میں جناب کا مقروض ہوں اور جناب تشریف لائے ہیں تقاضہ کرنے ——— جی؟"

اسلم:- میں تو صرف سلام کرنے ———"

نانا میاں:- تشریف رکھیئے۔ اتنے عمدہ ریشمی موزے پہن کر جناب کچھ اس طرح کھڑے ہوئے ہیں کہ مجھے ندامت ہوتی ہے اپنی جگہ پر کیوں حضرت بدتمیزی تو ضرور ہے مگر کیا قیمت ہوگی تقریباً ان موزوں کی؟"

اسلم:- یہ تو بہت دنوں کے میرے پاس پڑے ہوئے تھے۔"

نانا میاں:- میں جانتا تھا کہ جناب یہی جواب دیں گے مگر ——

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ان بہت دنوں سے پڑے موزوں میں اس وقت تک نمبر کی چٹ چسپاں

ہے۔ جی ہ۔۔۔۔"

اسلم: "وہ رہ گئی ہو گی"

نانامیاں: "خیر۔ آپ مستقل مزاج و دروغ باف ہیں۔ اقبال کا جرم آپ سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ یہ لاجواب قسم کا لیمپ جس کی قیمت کسی طرح پچیس روپیہ سے کم نہیں ہو سکتی کب جناب نے خرید فرمایا ہے۔ جی؟"

اسلم: "یہ تو ۔۔۔۔ یعنی یہ جو نا ۔۔۔۔ اس کو تو میں نے حال ہی میں لے لیا تھا"

نانامیاں: "سبحان اللہ کیا استغنا ہے۔ لے لیا تھا۔ گویا اپنی مرضی سے نہیں بلکہ مجذوبانہ شان کے ماتحت بس لے لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۔ ۔ ۔

خدا کی باتیں خدا ہی جانے

مگر مجھ کو تو یاد پڑتا نہیں کہ میں نے ان فضول خرچیوں کے لئے جناب کی کوئی اعانت کی ہو۔ پھر یہ کہاں سے آجاتی ہیں ایسی چیزیں ہ ۔۔۔ جی؟ ۔۔۔۔"

(دروازے پر دستک کے ساتھ بیگم صاحب کی آواز)

حکیم صاحب: (آواز دیتے ہوئے) جناب میر صاحب قبلہ !
نانا میاں: صاحبزادے ذرا دروازہ کھول دیجیے حکیم صاحب تشریف لائے ہیں۔
اسلم: (جاتے ہوئے) بہت اچھا۔

(دروازہ کھول دیتا ہے)

حکیم صاحب: (آتے ہوئے) آداب بجا لاتا ہوں حضور والا۔ عید مبارک۔
نانا میاں: آداب عرض جناب حکیم صاحب آپ کو بھی عید مبارک (آواز دیکر) میاں صاحبزادے آپ تشریف نہ لے جایئے موقع سے فائدہ اٹھا کر ادھر تشریف لایئے۔ دیکھئے جناب حکیم صاحب ہمارے نواسے شریف کے مونرے۔
حکیم صاحب: ماشاء اللہ۔ خوب ہیں۔ کیا نام ہے بیٹے تمہارا ؟
اسلم: اسلم ہے میرا نام۔
حکیم صاحب: کیا پڑھتے ہو میاں تم؟
نانا میاں: جی بس یہی سوال نہ کیجئے گا۔ ہمارے یہاں کے بچے رئیس ابن رئیس۔ ان کو پڑھنے لکھنے سے کیا سروکار۔ جو لڑکے پڑھتے ہیں وہ ایسے شاندار ہونے۔ اتنے قیمتی جوتے اور ایسی اتنی قیمتیں

نہیں پہنتے "

حکیم صاحب "خیر۔ یہی دن ہیں ان کے پہننے اوڑھنے کے "

نانامیاں " جی ؟ کیا فرمایا آپ نے۔ یہی دن ہیں اس قسم کے معاملات میں احتیاط برتنے کے۔ آجکل کے لڑکے لکھ پڑھ کر بمشکل تمام اپنا پیٹ پال سکتے ہیں اور یہ حضرت تو لکھ پڑھ بھی جلسیا رہے ہیں مجھ پر خوب روشن ہے۔ مگر اس وقت تو میں معلوم یہ کرنا چاہتا ہوں یہ چیزیں میں نے منگا کر نہیں دیں۔ کوئی اور ذریعہ جناب کی آمدنی کا نہیں۔ جیب خرچ سگریٹ نوشی کی نذر ہو جاتا ہے جناب کے کمرے سے میں نے خود سگریٹ کے ٹکڑے برآمد ہوتے ہوئے دیکھے ہیں "

حکیم صاحب "خیر آج عید کے دن یہ قصہ جانے دیجئے "

نانامیاں " جی ؟ ــــــ عید کے دن بچوں کی اصلاح کی کوئی شرعی ممانعت میری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں تو میاں اسلم۔ یہ قیمتی اشیائ کیونکر حاصل ہو سکیں "

اسلم " میں نے اپنے جیب خرچ "

نانامیاں " پھر وہی جیب خرچ۔ یعنی جھوٹ کے اوپر جھوٹ۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جیب خرچ گویا آپ کو ضرورت سے زیادہ ملتا ہے ــــ بہتر ہے۔ ذرا اُن دونوں صاحبزادوں کو بلایئے یعنی میاں سراج

اور میاں اکرام کو ــــــــ

سراج:" (چپکے سے) لیجئے آئی مصیبت"

اکرام:" (چپکے سے) یہاں سے ہٹ آؤ پہلے"

(دروازے کے پاس سے دونوں ہٹ کر آ جاتے ہیں)

زہرہ:" اکرام بھائی یہ جوتا اتار کر پرانا پہن لیجئے"

اکرام:" سراج تم بھی موزے اتار ڈالو اور جلدی سے قمیض بدل لو"

سراج:" یہ چوڑی دار پاجامہ کیسے اتاروں اسے دیکھ کر تو آگ لگ جائے گی انہیں"

زہرہ:" جو کچھ ہو سکے جلدی کیجئے وہ تشریف لا رہے ہیں اسلم صاحب۔ سراج بھائی آپ اس کمرے میں چلے جائیے"

(اسلم داخل ہوتا ہے)

اسلم:" تشریف لے چلئے مجھ کو تو عیدی مل گئی آپ لوگوں کو کچھ اور دینے کے لئے بلایا ہے"

اکرام:" نانا میاں نے بلایا ہے۔ ہاں ہاں تو چلو نا"

اسلم:" اور سراج بھائی کہاں ہیں۔ ان کی بھی پیشی ہے"

زہرہ:" میں بھی چلوں"

اسلم "آپ نہیں - پردہ ہے باہر مگر انشا اللہ آپ کی باری بھی آئے گی۔ آخر
یہ سراج بھائی کہاں ہیں "
سراج " (آتے ہوئے) کیا ہے اسلم میاں ؟ مجھ کو پوچھ رہے تھے تم "
اسلم " جی ہاں ذرا تشریف لے چلئے نانا میاں بلا رہے ہیں "
سراج " مجھ کو بلا رہے ہیں ؟
اسلم " آپ کو اور اکرام صاحب کو - غالباً عیدی کچھ اور دیں گے "
اکرام " تو چلو نا - وہ انتظار کر رہے ہوں گے "

(تینوں جاتے ہیں)

نانا میاں " تشریف لائیے ـــــ بیٹھ جائیے - کیوں جناب اکرام صاحب
اب یہ عید بقر عید کی ملاقات بھی ترک ؟ صبح سے آپ حضرات کا منتظر
تھا "
اکرام " نانا میاں ہم لوگ اس لئے حاضر نہیں ہوئے تھے کہ اس عید کے سلام
کو عیدی کا تقاضہ نہ سمجھا جائے "
نانا میاں " ایں ؟ غالباً تم نے کوئی معقول بات کہی ہے - دیکھئے میاں اسلم -
ایک آپ ہیں اور ایک یہ لوگ - بھئی سراج تم نے عجیب مکروہ صورت کا
جوتا عید کے دن بھی پہن رکھا ہے "
سراج " عید تو دل کی خوشی کا نام ہے "

حکیم صاحب " ماشاء اللہ۔ زندہ باشد "

نانا میاں " دیکھ رہے ہیں آپ حکیم صاحب ان لڑکوں میں اور میاں اسلم میں جو فرق ہے ——— جی ؟ اور لطیفہ یہ ہے کہ یہ دونوں پڑھ رہے ہیں گویا بی۔ اے کے آخری سال میں اور اسلم صاحب ابھی تک ایف۔ اے میں فیل ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ ان کو ہونا چاہیئے ان موزوں اور ان قیمتی جوتوں اور سگریٹوں کی وجہ سے "

حکیم صاحب " بچہ ہیں وہ ٹھیک ہو جائیں گے "

نانا میاں " یہ کیا بات فرمائی آپ نے حکیم صاحب۔ گویا وہ بچہ ہیں اور یہ دونوں بچہ نہیں ہیں۔ یہ لوگ تقریباً ہمعمر ہیں۔ میری بڑی لڑکی کے صاحبزادے ہیں میاں اکرام۔ منجھلی کے ہیں سراج اور ایک بچی زہرہ، وہ چھوٹی کے ہیں میاں اسلم۔ میرا ارادہ تھا کہ زہرہ کی نسبت اسلم سے کر دونگا مگر یہ گویا حق تلفی ہو گی اکرام میاں کی جبکہ وہ ہر اعتبار سے ان میاں اسلم سے زیادہ اہل ہیں "

اسلم " میں ابھی حاضر ہوا "

نانا میاں " غالباً ناگواری کے عالم میں جناب تشریف لے جا رہے ہیں۔ خیر۔ تو میاں اکرام اور برخوردار سراج میں تم دونوں کی سادگی سے بہت خوش ہوا۔ تم کو اپنی آئندہ زندگی میں انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہو گی اس لئے کہ

اس وقت سے تم سادہ زندگی بسر کر رہے ہو۔"

حکیم صاحب:۔ "یہ تو بالکل درست ہے۔ اس وقت اگر آپ کے زیر سایہ ان بچوں نے اپنی عادتیں خراب کر لیں اور پھر خدانخواستہ اپنی ذاتی زندگی میں وہ عیش و آرام میسر نہ آسکا تو تکلیف کا ہونا ضروری ہے۔"

نانا میاں:۔ "بالکل بالکل ـــــ گویا آپ کو میری رائے سے اتفاق ہے۔ لیجئے پان نوش فرمایئے اے بھئی اکرام کچھ شیر خورمہ وغیرہ تو لاؤ حکیم صاحب کے لئے۔"

حکیم صاحب:۔ "قبلہ کوئی تکلیف نہیں شیر خورمے سے پیٹ اور طبیعت دونوں بھر چکے ہیں۔"

نانا میاں:۔ "تاہم میری خوشی ہے۔ لاؤ بھئی کچھ ضرور لاؤ۔"

(اکرام جاتا ہے)

زہرہ:۔ "سنیئے۔ اکرام بھائی ـــــ"

اکرام:۔ "یہ کیا واہیات ہے۔ بھائی کیا چیز ہوتا ہے۔ بھائی ہوں گے آپ کے اسلم۔ میرے متعلق تو نانا میاں کی نیت میں کچھ فرق پیدا ہو رہا ہے نہایت خوشگوار فرق۔"

زہرہ:۔ "اونہہ آپ کو اپنی پڑی ہے۔ اسلم بہت ہی غصہ میں بھنبھناتا ہوا کچھ لے کر ابھی باہر گیا ہے نانا میاں کے پاس۔"

اکرام "کیا مطلب ؟"-

زہرہ "چل کر دیکھئے نا اس دروازے سے کہ بدبخت کیا گُل کھلاتا ہے۔ مجھ پر بڑی قہر آلود نظریں ڈالتا ہوا گیا ہے"

اکرام "چلو جلدی چلو۔ اگر وہ غصہ میں ہے تو ہر حماقت کا اس سے امکان ہے۔ ہمارے اور تمہارے خطوط تو نہیں لے گیا"

(جاتے ہیں)

زہرہ "نہیں۔ وہ تو گٹھڑی باندھ کر بھاگا ہے باہر دیکھتے ہیں) وہ دیکھئے گٹھڑی رکھی ہے"

نانا میاں "یہ کیا لائے ہیں آپ۔ اسباب جہانت اپنا"

اسلم "اکرام میاں اور سراج میاں کی سادگی کا اندازہ اب کیجئے"

نانا میاں "یعنی ———"

اسلم "یہ دیکھئے اکرام میاں کا جوتا جس کو بدل کر وہ آپ کے پاس آئے تھے۔ یہ ان کے ریشمی موزے۔ یہ سراج میاں کا چوڑی دار پاجامہ جالی کھلا ہوا۔ یہ قیمتی موزے۔ یہ دیکھئے یہ اکرام میاں کی ریشمی قمیص۔ اور یہ سراج میاں کا وارنش کا لیمپ"

نانا میاں "جی ——— ؟"

حکیم صاحب "میں پھر عرض کروں گا کہ بچے ہیں ان کے پہننے اوڑھنے

کے بھی دن ہیں۔"

نانامیاں "آپ کی رائے نہایت ناقابلِ اعتبار ہے۔ ابھی آپ نے میری رائے کی تائید کی تھی اور اب آپ یہ فرما رہے ہیں۔"

حکیم صاحب "قبلہ و کعبہ۔ رائے تو آپ ہی کی درست ہے مگر ———"

نانامیاں "اگر میری رائے درست ہے تو اس کے بعد مگر کا کوئی امکان نہیں۔ میں تو نتیجہ فوراً اخذ کرتا ہوں اب میری رائے یہ ہے کہ ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

حکیم صاحب "بجا ارشاد ہوا۔"

نانامیاں "بجا کیسے ارشاد ہوا صاحب یہ میرا ارشاد نہیں ہے یہ مرزا غالبؔ کا ارشاد ہے اور کواکب سے مطلب میرے بھی چاند تارے ہیں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سب یکساں حماقت مآب رئیس ہیں۔ مگر ایک نمایاں فرق پھر بھی ہے کہ وہ لوگ کم سے کم عقلمند ضرور ہیں اور یہ حضرت خالص بیوقوف۔"

حکیم صاحب "ممکن ہے ایسا ہی ہو۔"

نانامیاں "ممکن کیا مطلب۔ ارے صاحب یقیناً ایسا ہی ہے وہ لوگ میرے پاس ان چیزوں کو چھپا کر آئے آپ اپنی حماقت نمایاں کرتے

ہوئے تشریف لائے۔ وہ لوگ عیدی مانگنے نہیں آئے آپ یہ تقاضہ کرنے بھی آموجود ہوئے۔ بہرصورت زہرہ کے سلسلہ میں میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے۔ رہ گئی عیدی وہ آپ سب کی غائب "

(دروازے کے پاس سے دبے پاؤں
بھاگنے کی آواز)

اکرام "جو کچھ بھی ہو عید ہمیں تو مبارک ہو گئی "

زہرہ "اب اس چغل خور اسلم کا مکمل بائیکاٹ۔ اس نے تو حد ہی کر دی تھی۔ مگر واہ رے نانا میاں "

اکرام "نانا میاں زندہ باد "

زہرہ "نانا میاں پائندہ باد "

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

(دروازہ پر مسلسل دستک کے ساتھ
آواز دینے کی آواز)

اختر: "ریاض صاحب۔ ارے بھئی ریاض صاحب۔ ریاض صاحب تشریف رکھتے ہیں؟"

رمضانی: "(ملازم دروازہ کھولتے ہوئے) کون صاحب ہیں؟"

اختر: "ریاض کہاں ہیں؟"

رمضانی: "حضور وہ تو بنارس گئے ہوئے ہیں"

اختر: "لاحول ولا قوۃ۔ خیر تم کمرہ کھولو اور سامان اُتروا و ٹانگہ سے میرا۔ اب میرا مُنہ کیا دیکھ رہے ہو۔ چھ عدد ہیں۔ سوٹ کیس۔ اٹیچی۔ ٹوکری

ناشتہ دان - ہولڈال - اور صراحی اسٹینڈ - لو یہ کرایہ تانگہ والے کو دے دینا"

رمضانی "بہت اچھا ـــــــ" (جاتا ہے)

اختر "(گویا اپنے سے) بنارس گئے ہیں - خدا جانے کب واپس آئیں - خیر - (بلند آواز سے) پہلے سوٹ کیس نکالو - ہاں ہاں اسی کو سوٹ کیس کہتے ہیں - رکھو اس کو یہاں اب باقی چیزیں لاؤ"

رمضانی "سب اتارے لیتا ہوں سرکار - آپ یہاں تشریف رکھیے جب تک"

اختر "اس مشورے کا شکریہ - دیکھو - دیکھو - لوکری ٹیڑھی نہ کرو - اوہ - کس قدر عقل سے خالی ہوتے ہو تم لوگ - یہ کیا ہو رہا ہے - صراحی ہے کوئی خطرناک جانور نہیں ہے کہ آپ اس کو گھور رہے ہیں - کھولیے اور کھولو فوراً کمرہ"

رمضانی "ابھی کھولتا ہوں کمرہ حضور بیگم صاحبہ سے کنجی لے آؤں"

اختر "میرا سلام کہہ دینا کہ کانپور والے اختر میاں آئے ہیں سلام کہتے ہیں"

رمضانی "بہت اچھا سرکار" (جاتا ہے)

اختر "کیا ہے تانگے والے اب کیوں کھڑے ہو کیسے نکالے"

تانگہ والا "حضور کیا یہ بس اتنا ہی ملے گا؟"

اختر "اور نہیں تو کیا ایک آدھ چیک آپ کے نام کاٹ دوں، یا ایک آدھ مکان لکھ دوں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

تانگہ والا "آٹھ آنے تو اور ملنے چاہئیں سرکار۔"

اختر "بھاگ جاؤ یہاں سے جو کچھ تم کو ملنا چاہیے تھا مل چکا۔ اب ہم ایک پیسہ بھی نہ دیں گے۔"

تانگہ والا "سرکار ـــــــ"

اختر "(ڈانٹ کر) سرکار کا بچہ۔ گٹ آوٹ!"

رمضانی "(کمرے کا دروازہ کھول کر) تشریف لائیں حضور۔"

اختر "(کمرے میں داخل ہوتے ہوئے) یہ کیا۔ یہ کمرہ ہے۔ یعنی یہ ایک شریف آدمی کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ہر طرف گرد و غبار۔ مکڑے کے جالے۔ آخر یہ تماشہ کیا ہے۔ ریاض کیا اسی کمرے میں بیٹھتے اٹھتے ہیں۔"

رمضانی "جی ہاں بلکہ دوپہر کو سوتے بھی ہیں۔"

اختر "مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ کان کھول کر سن لو۔ کمرے کی فوراً صفائی کرو اور غسل خانہ کہاں ہے؟"

رمضانی "یہ رہا سرکار۔"

اختر:۔ "ٹھیک ہے۔ میں جب تک غسل سے فارغ ہوتا ہوں تم کمرہ صاف کرو اور بھابی سے یعنی میرا مطلب سمجھے بیگم صاحبہ سے کہہ دو کہ غسل کے بعد میں چاء پیونگا۔ انڈے ایک چوتھائی اُبالے جائیں۔ دودھ ذرا صاف ہو اگر دودھ کی بالائی میری پیالی میں آگئی تو تمہارے منہ پر کھینچ مارونگا پیالی۔ مکھن روز تازہ آتا ہے باٹن کا استعمال ہوتا ہے اس گھر میں۔"

رمضانی:۔ "حضور مکھن تو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میاں تو ناشتے میں جلیبیاں کھاتے ہیں۔"

اختر:۔ "جلیبیاں ؟ ـــــ کیا بکتے ہو تم۔ جلیبیاں بھی کوئی کھانے کی چیز ہیں۔ خیر تم ٹوسٹ اور تازہ مکھن۔ دو چوتھائی اُبلے ہوئے انڈے اور چاء کے لئے بھابی سے کہدو۔"

رمضانی:۔ "ابھی جاکر کہتا ہوں سرکار۔" (جانے لگتا ہے)

اختر:۔ "اے ـــــ یہ ـــــ کیا نام ہے تمہارا ؟"

رمضانی:۔ "رمضانی ہے میرا نام سرکار۔"

اختر:۔ "تم نے یہ دیکھا ہے رمضانی۔ یہ میرا ہنٹر۔"

رمضانی:۔ "جی ہاں سرکار۔ میں ہی نے تانگے سے اُتارا تھا۔"

اختر:۔ "اگر تم نے میرے ساتھ ذرا بھی بدتمیزی کی تو اس ہنٹر کو آنکھیں کھول

کر دیکھ لو۔ سامان برآمدے میں پڑا ہوا ہے۔ کیوں؟ میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟"

رمضانی:" کمرے کی صفائی کے بعد ٹھیک سے لگا دوں گا حضور۔ آپ خفا ناحق ہوتے ہیں۔"

اختر:" شٹ اپ۔ خفا کیوں ہوتے ہیں؟ یہی تمیز سکھائی ہے ریاض نے تم کو کہ برابر سے زبان لڑاؤ۔ مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ کیا سمجھے۔ جاؤ چائے کے لئے کہہ کر فوراً واپس آؤ۔"

(رمضانی کے جانے کی چاپ۔ وہ دروازہ
کھول کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔)

بیگم صاحبہ:" کچھ پتہ چلا رمضانی تم۔ کون صاحب ہیں یہ؟"

رمضانی:" بیگم صاحب اُن سے پوچھے کون۔ بات بات پر تو وہ ہنٹر دکھاتے ہیں مجھ کو حکم دیا ہے کمرے کی صفائی کا اور آپ سے کہلوایا ہے کہ غسل کے بعد میں چائے پیوں گا۔ چوتھائی اُبلے ہوئے انڈے ہوں۔ تازہ مکھن اور توسٹ ہوں اور چائے ہو۔"

بیگم صاحبہ:" انڈے تو خیر رکھے ہوئے ہیں مگر ڈبل روٹی اور مکھن کے لئے اب تم ہی دوڑ جاؤ جلدی سے۔"

رمضانی:" بیگم صاحب مجھے تو وہ مانتے مانتے ادھیڑ دیں گے ہنٹر دکھا ہی چکے

ہیں۔ اگر کمرے کی صفائی نہ کی"

بیگم صاحبہ: "نہیں تم دوڑ جاؤ کمرے کی صفائی کے لئے میں گلشن کو بھیج دیتی ہوں (آواز دیتی ہیں) گلشن۔ ارے او گلشن"

گلشن: "(آتے ہوئے) جی بیوی"

بیگم: "ذرا تم جا کر باہر کا کمرہ صاف کر دو۔ صفائی جا رہا ہے مکھن اور ڈبل روٹی لینے۔ مہمان آگئے ہیں اور کمرہ اجاڑ پڑا ہوا ہے"

گلشن: "ابھی جاتی ہوں سرکار"

(گلشن جاتی ہے اور دروازہ کھول کر باہر کے کمرے میں آتی ہے۔)

اختر: "کون؟ کیا مطلب ہے؟ کیا چاہتی ہو تم؟"

گلشن: "بیگم صاحب نے بھیجا ہے مجھے کمرہ صاف کرنے کے لئے"

اختر: "ہوں ــــــ اب تم کو بھی ہوش آیا کمرہ صاف کرنے کا۔ روز کیوں نہیں صاف کرتی"

گلشن: "اے تو حضور یہاں آتا ہی کون ہے اللہ سلامتی رکھے جب سے میاں گئے ہیں بنارس آج تو کمرہ کھلا ہے"

اختر: "منع کر گئے تھے ریاض کہ ان کی عدم موجودگی میں کمرہ کو صاف کر کے کوڑا کرکٹ ہٹایا ہی نہ جائے"

گلشن :۔ (ہنس کر) کیا باتیں ہیں سرکار کی بھی :۔

اختر :۔ کیا مطلب ؟ یہ تم کیا سمجھ کر ہنسیں۔ یہی تمیز سکھائی ہے تم کو ریاض نے کہ تم مالکوں سے اس طرح ہنسو۔ مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ میرے پاس اس بدتمیزی کا جواب یہ ہنٹر ہے :۔

گلشن :۔ اے واہ میاں۔ کوئی بات بھی ہو یا بیکار ہی بیکار کو ہنٹر دکھایا جا رہا ہے۔ میں نے تو آج تک اپنے مالکوں کی بھی آدھی بات نہیں سُنی :۔

اختر :۔ نہیں سُنی ہو گی مگر میں پوری بات سُناؤں گا۔ نوکروں کی بدتمیزی کم سے کم میں برداشت نہیں کر سکتا۔ خیر تم کمرہ کی صفائی کرو پھر دیکھا جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے اس گھر کی بہت کچھ اصلاح کرنا پڑے گی یہ سب ریاض کی بیہودگی کا نتیجہ ہے۔ نوکر کی بدتمیزی سے مالک کی بدتمیزی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سب جالے دیکھو اور یہ گرد و غبار۔ اور وہ کہاں گیا۔ کیا نام اُس کا :۔

گلشن :۔ رمضانی کو پوچھ رہے ہیں آپ :۔

اختر :۔ کیا مہمل نام ہے۔ رمضانی۔ نانسنس۔ اور تمہارا کیا نام ہے :۔

گلشن :۔ میرا نام گلشن ہے :۔

اختر :۔ خیر مطلب یہ کہ میں غسل خانہ سے نکل کر ہر چیز صاف دیکھنا چاہتا

ہوں "

(اختر غسل خانہ کا دروازہ کھول کر جاتا ہے۔
گلشن جھاڑ پونچھ میں مصروف ہے کہ
رمضانی داخل ہوتا ہے۔)

رمضانی " تم نے جالے تو چھوڑ دیئے ہی نہیں "
گلشن " باز آئی میں بابا۔ لو اور سنو وہ مجھے بھی منہ دکھاتے تھے۔
عجب مردوا ہے "
رمضانی " اری چپ سن لے گا تو اور بھی آفت آئے گی "
گلشن " آفت آئے یا قیامت۔ ایسی نوکری کو سات سلام ہیں میرے
ذرا مجھ سے بول کر تو دیکھے ساری اکڑ دھری رہ جائے گی "
رمضانی " اچھا اچھا تم جاؤ اندر چار کا سامان درست کرو میں سب صاف
کئے دیتا ہوں "
گلشن " ہاں بابا مجھ کو تو بخشو۔ وہ تو ہوا سے لڑتا ہے جیسے "
رمضانی " خیر ہو گا بھی تم جاؤ اندر "

(گلشن اندر جاتی ہے اور بڑبڑاتی ہوئی
داخل ہوتی ہے)

گلشن " بڑبڑا رہی ہے اپنے ماں کو ان سے کبھی آنکھ تک نہیں دکھائی وہ

آئے ہیں ہنٹر دکھانے ۔ ان کے یہاں عورتوں کو ہنٹر ہی تو دکھائے جاتے ہوں گے ۔ توبہ بی بی ۔ ایسی ہی نوکری کرتے تو "

بیگم صاحبہ " آخر ہوا کیا ۔ بات کیا ہے جو یہ بڑ لگی ہوئی ہے موئی "

گلشن " اے بیوی میں تو گئی کمرہ صاف کرنے وہ لگے بگڑنے کہ کمرہ روز کیوں نہیں صاف ہوتا ہے اور تو اور کہنے لگے کہ تم بڑی بدتمیز ہو اور میرے پاس اس بدتمیزی کا جواب ہے یہ ہنٹر ۔ تو بیوی یہ ہنٹر جو دیکھ سکے وہ کرے نوکری میں تو باز آئی "

بیگم صاحبہ " جانے بھی دو ۔ مہمان کی بات پر برا نہیں مانتے ۔ مگر عجیب آدمی ہیں یہ کوئی نہ ہیں نے ان کا نام کبھی اُن سے سُنا نہ ان کے آنے کی کوئی خبر ادر وہ ہیں کہ آتے ہی پہلے رمضانی کو ہنٹر دکھایا پھر تم سے ایسی باتیں کہیں ۔ خیر ہو گا بھی ۔ لو یہ ٹوسٹ سینکو میں جب تک انڈے اُبال دوں "

گلشن " تیور تو کوئی دیکھے معلوم ہوتا ہے جیسے کہیں کے لاٹ ہی تو ہیں "

(باہر سے ڈانٹنے کی آواز آتی ہے)

اختر " ایڈیٹ ــــــ بدتمیز ــــــ کام چور ــــــ "

بیگم " اے ہے ۔ گلشن ذرا دیکھنا یہ کیا آفت آئی "

(گلشن دوڑ کر دروازہ تک جاتی ہے

کہ اُدھر سے رمضانی بھاگا ہوا آتا ہے)

گلشن: "کیا ہوا رمضانی"

رمضانی: "میرا سر ہوا ہے اور کیا ہوتا اب میں اس کو کیا کروں کہ غسل خانہ میں صابن نہیں تھا"

بیگم: "(قریب آکر) کیا صابن؟ کیسا صابن؟"

رمضانی: "غسل خانہ میں صابن نہیں تھا بس اسی پہ برس پڑے"

بیگم: "نہیں تھا تو مانگ لینے نا"

رمضانی: "یہی تو میں نے بھی کہا تھا کہ حضور نے کہدیا ہوتا بس وہ اُبل پڑے ہزاروں انگریزی اُردو کی گالیاں دیں کہ یہ کام کہنے کے ہوا کرتے ہیں۔ خیر آپ جائیے نہیں تو اور مصیبت آئے گی"

بیگم: "لو اٹھاؤ یہ ٹرے۔ اچھی مصیبت نازل ہو گئی ہے یہ تو۔ خیر تم کچھ نہ کہنا وہ آجائیں ذرا تو میں ان سے کہوں گی سب"

رمضانی: "میں کیا کہوں گا سرکار بغیر کہے تو سب کچھ سُن رہا ہوں۔ نہ جانے آج کس کا منہ دیکھ کر اُٹھا تھا کہ بیٹھے بٹھلائے یہ آفت آئی۔ بس لے جاؤں یہ ٹرے؟"

بیگم: "لے جاؤ۔ اور مکھن لگانے کی چھری تو رکھ لو نہیں تو ابھی آفت آجائے گی"

رمضانی :- ذرا دودھ میں دیکھ لیجئے بالائی تو نہیں ہے۔ نہیں تو وہ پیالی میرے منہ پر مارنے کا پورا وعدہ کر چکے ہیں ؟

بیگم :- ہیں کہتی ہوں کوئی پگلا تو نہیں ہے کمبخت ؟

رمضانی :- معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ یہاں کُتّے کے کاٹنے کا علاج کرانے آئے ہیں ؟

گلشن :- نہ جانے وہ کون نوکر ہونے ہوں گے جو ان کے یہاں ٹکتے ہوں گے ؟

بیگم :- رمضانی خدا کے واسطے چائے کر جاؤ کہ نہیں تو وہ پھر چیخنا چلانا شروع کر دیں گے ؟

رمضانی :- انڈے۔ ٹوسٹ۔ مکھن۔ مکھن لگانے کی چھری۔ کیتلی۔ ٹی کوزی۔ دودھ دان۔ شکر دان۔ چھلنا۔ چمچے۔ اور کچھ رہا تو نہیں ؟

بیگم :- اب کیا رہ جاتا۔ بس ہے جاؤ جلدی ؟

رمضانی :- جا رہا ہوں سرکار دیکھئے اب کیا ہوتا ہے ؟

(جاتا ہے اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوتا ہے)

اختر :- گیا ہے؟ چائے۔ ادھر رکھو اس میز پر۔ تم لوگوں کو یہ تک نہیں معلوم کہ چائے کس میز پر رکھنا چاہیئے۔ اب رکھ چکو اس پر۔ چھوڑو تم۔ یہ لو

میرا جوتا اس پہ پالش لگا دو۔ جانتے ہو پالش لگانا؟"

رمضانی: "جی ہاں کیوں نہیں۔ مگر پالش؟"

اختر: "گویا اس گھر میں پالش تک نہیں ہے۔ جس گھر میں جوتے کی پالش تک نہ نکلے اُس کو خدا جانے کون سُگھڑ گھر کہہ سکتا ہے۔ سارا انتظام ہی خراب ہے۔ دو دن میں ایسا ٹھیک کروں گا گھر کو کہ دیکھتے رہ جائیں سب جیر۔ ٹوکری میں پالش کی شیشی اور برش ہوگا نکال لو۔ اس طرح نہیں تمیز کے ساتھ۔"

رمضانی: "یہ برش سرکار۔"

اختر: "ہوپ لس۔ تم کو جوتے کے برش کی شناخت بھی نہیں ہے۔ ہٹ جاؤ۔ چھوڑ دو ٹوکری کو۔ میں کہتا ہوں چھوڑ دو۔"

رمضانی: "پالش کی شیشی تو یہ رہی سرکار۔"

اختر: "پھینک دو اس کو اور تم ادھر آؤ۔ اِدھر۔ میرے قریب آؤ۔ مجھے تم سے پوچھنا ہے کہ تم کس جنگل سے پکڑ کر لائے گئے ہو۔ دیکھو اس چائے کے ٹرے کو اور بتاؤ کہ اس میں کیا چیز نہیں ہے۔"

رمضانی: "جو کچھ نہ ہو حکم دیں میں ابھی حاضر کر دوں۔"

اختر: "تم نے اپنی زندگی میں کسی کو اُبلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہے؟"

رمضانی: "سرکار ہی نے تو فرمایا تھا کہ ایک چوتھائی اُبال دیئے جائیں انڈے"

اختر: "بکومت۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ تم نے اپنی زندگی میں کسی کو اُبلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہے؟"

رمضانی: "جی ہاں سرکار اکثر دیکھا ہے"

اختر: "یقیناً تم نے کسی ایسے گدھے کو اُبلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہوگا جو ان انڈوں کو شکر کے ساتھ کھاتا ہوگا"

رمضانی: "جی نہیں سرکار"

اختر: "پھر کس چیز کے ساتھ کھاتے دیکھا ہے"

رمضانی۔ کالی مرچ نمک کے ساتھ"

اختر: "کہاں ہے کالی مرچ نمک۔ بولو۔ میں پوچھتا ہوں کہاں ہے"

رمضانی: "بھول گیا حضور ابھی لایا"

اختر: "ٹھہرو — میں تم کو پھر سمجھائے دیتا ہوں کہ میں ریاض نہیں ہوں آنکھیں کھول کر اور عقل ٹھکانے لا کر کام کرو نہیں تو یاد رکھو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ اصل میں تم لوگ ہوتے ہو لات کے آدمی تم بات سے مان ہی نہیں سکتے"

رمضانی: "اب خیال رکھونگا سرکار"

اختر:" بات کم کیا کرو ۔ کام زیادہ ۔ جاؤ جا کر نمک، مرچ فوراً لاؤ۔"

(رمضانی دوڑتا ہوا جاتا ہے مالی داخل ہوتا ہے۔)

مالی:" سلام سرکار۔"

اختر:" اوں ؟ ہوں ــــ کون ہو تم ؟"

مالی:" مالی ہوں سرکار میں۔"

اختر:" تم مالی ہو۔ صورت سے تو گھس کھدے معلوم ہوتے ہو۔ یعنی یہ باغیچہ تمہاری ہی بدتمیزیوں کا رونا رو رہا ہے۔"

مالی:" جی ہاں سرکار۔"

اختر:" اوپر سے کہتا ہے جی ہاں۔ گدھا کس اُلو نے تجھ کو مالی مقرر کیا ہے۔"

مالی:" آپ ہی کے ایسے سرکار لوگوں کا دیا کھاتا ہوں۔ سرکار کوئی پھٹا پرانا کرتا ہو تو دے ڈالئے۔"

اختر: کیا بکتا ہے؟ یہ گلاب کی کیاریاں اسی طرح رکھی جاتی ہیں۔ اور یہ گیندے کے درخت لگانے کو تجھ سے کس احمق نے کہا تھا۔"

مالی:" اچھے لگتے ہیں حضور یہ تو۔"

اختر:" معلوم ہوا تم کو کچھ نہیں آتا۔ تم کو کل سے آنے کی ضرورت نہیں ہم

کوئی سمجھدار مالی رکھیں گے "

مالی " مر جاؤنگا سرکار میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں "

اختر " ہم کچھ نہیں جانتے جو کہہ دیا وہ کہہ دیا۔ بس بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گٹ آوٹ۔ جاتا ہے یا اٹھاؤں ہنٹر "

مالی " جا رہا ہوں سرکار "

(رمضانی داخل ہوتا ہے)

اختر " یہ کیا۔ طشتری میں نمک مرچ۔ گویا اس گھر میں نمکدان بھی نہیں ہے "

رمضانی " تھا تو سرکار۔ گلشن کے ہاتھ سے گر کر ابھی ٹوٹ گیا "

اختر " ٹوٹ گیا؟ اچھا مذاق ہے ٹوٹ گیا۔ کیوں ٹوٹ گیا۔ کہاں ہے وہ گلشن "

رمضانی " بیگم صاحبہ اس کو بہت ڈانٹ چکی ہیں "

اختر " (چیخ کر) میں یہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں گلشن کہاں ہے "

(گلشن داخل ہوتے ہوئے)

گلشن " میں حاضر ہوں۔ کہئے "

اختر " تم نے نمکدان توڑا ہے ابھی "

گلشن " میں نے نہیں توڑا میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا "

اختر:۔ "اچھا۔ قانونی قابلیت کا سکہ جما رہی ہیں آپ۔ یہ قانون تم ریاض ہی سے چھانٹ سکتی ہو۔"

گلشن:۔ "ان کو اللہ سلامت رکھے وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوچھتے بھی نہیں۔"

اختر:۔ "مگر میں پوچھوں گا۔ اور تم کو جواب دینا پڑیگا ورنہ۔"

گلشن:۔ "ورنہ کیا؟ ورنہ آپ کریں گے کیا۔ میں ان میں سے نہیں ہوں کہ مجھ پر آپ یہ دھونس جما لیں۔ اُس وقت آپکے ہنٹر کا نام لیا مہمان سمجھ کر چُپ ہو رہی۔"

اختر:۔ "میں مہمان؟ ریاض کے یہاں میری حیثیت مہمان کی ہرگز نہیں ہے۔ مجھ کو اس گھر پر پورا حق ہے اور میں اسی حق کی بنا پر پوچھ رہا ہوں کہ نمکدان کیوں توڑا تو نے۔"

گلشن:۔ "یہ تُو تکار تو رہنے دیجئے میاں۔ نوکری کی ہے عزت نہیں بیچی۔"

رمضانی:۔ "جاؤ تم اندر جاؤ بُری بات ہے مالکوں سے زبان نہیں لڑاتے۔"

گلشن:۔ "ہاں ہاں تو تم جُوتے کھاؤ۔ میرے ہاتھ پیر سلامت ہیں تو ہزار نوکریاں ہیں میرے لئے۔"

اختر:۔ "دھمکی۔ گویا دھمکی دیتی ہے یہ۔ ٹھیک ہے۔ تم اگر جانا چاہتی ہو تو

شوق سے جا سکتی ہو تمہارا حساب ابھی کر دیا جائے گا نمکدان کی قیمت کاٹ کر۔"

گلشن "۔ اجی مجھ کو حساب کتاب کچھ نہیں چاہیئے۔ اپنی عزت پر سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔"

اختر "۔ اچھا تو جاؤ۔ ابھی نکل جاؤ۔ نہیں تو تمہاری ساری عزت آبرو کی قلعی ابھی کھول دونگا۔ گستاخ۔ بدزبان۔ بدتمیز۔"

گلشن "۔ بس ذرا زبان سنبھالے رکھیئے گا نہیں تو میں بھی بے زبان نہیں ہوں۔"

رمضانی "۔ اچھا بس اب تم چلو اندر۔ بات بھی مان لیا کرتے ہیں کسی کی۔"

گلشن "۔ اجی بس اب جا چکی بندی اندر۔ بھر پایا اس نوکری سے۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔"

اختر "۔ رمضانی۔ اس عورت کو پھاٹک کے باہر نکال دو۔ میں عورت پر ہاتھ اُٹھانا نہیں چاہتا۔"

گلشن "۔ ذرا دیکھیے تو سہی ہاتھ اُٹھا کر کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

اختر "۔ دیکھ کہا نکل جاؤ یہاں سے۔"

گلشن "۔ جا تو رہی ہوں۔ مجھے تو خود ہی نہیں رہنا ہے یہاں۔" (جاتی ہے)

اختر "شش شش مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ ریاض کے یہاں یہ عالم ہے ورنہ میں ہرگز یہاں نہ آتا۔ دیکھو رمضانی تم بھابی سے جا کر کہہ دینا کہ ان کے لئے دوسری ماما شام تک ضرور آجائیگی اور اس وقت وہ کھانے میں کوئی خاص تکلف نہ کریں بس ایک ترکاری۔ ایک دال۔ اور چونکہ میں پرند کھاتا ہوں لہذا کوئی چوزہ یا بٹیر وغیرہ کا انتظام کر دیں۔ یہ برتن اٹھا کر لے جاؤ۔ ٹھہرو۔ پالش تو کی نہیں یوں ہی دے دو جوتا"

رمضانی "دو منٹ میں کئے دیتا ہوں پالش"

اختر "نہیں مجھے دیر ہو رہی ہے ذرا باہر جاتا ہے اب کھانے کے وقت لوٹ کر آؤنگا۔ کمرہ بند کر لو اندر سے"

(کمرہ بند ہونے کی آواز۔ رمضانی گھر میں داخل ہوتا ہے)

بیگم صاحبہ "میں کہتی ہوں رمضانی کہ کیا تمہارا دماغ بھی خراب ہے۔ آخر تم نے گلشن کو جانے کیوں دیا۔ ایک تو میں منع کرتی رہی وہ ان سے لڑنے کو نکل گئی اور پھر باہر ہی سے باہر چل بھی دیں۔ آخر وہ ہوتے کون تھے اس کو نکالنے والے"

رمضانی "مگر وہ تو اپنا حق سمجھتے تھے۔ اور ایک گلشن ہی پر کیا ہے میں بھی جا رہا ہوں سرکار۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ اس کو تو عورت سمجھ کر چھوڑ بھی دیا ہے مگر میری تو ہنٹروں سے نہ جانے کب کھال کھینچکر رکھدیں"

(باہر سے ریاض کی آواز آتی ہے)

ریاض: "رمضانی ——"

رمضانی: "میاں آگئے شاید" —— (ریاض داخل ہوتے ہیں)

بیگم: "سچ تو ہے۔ یہ آج کیسے آگئے"

ریاض: "خلافِ امید کام کل ہی ختم ہوگیا اور میں چل دیا۔ رمضانی سامان اُتروا لاؤ اور ذرا گلشن سے کہو ہاتھ منہ دھونے کیلئے پانی لائے"

بیگم: "گلشن اب کہاں۔ اس کو تو نکال دیا"

ریاض: "ایں؟ نکال دیا۔ خیریت تو ہے۔ آخر بات کیا تھی"

بیگم: "خیریت تو پوچھنا ان سے جن کے حکم سے وہ نکلی ہے۔ مگر اتنا میں کہے دیتی ہوں کہ اگر ایسے ہی ایسے تمہارے دوست آتے رہے تو نوکروں کا کیا ذکر ہے میں خود بھی اس گھر میں نہ رہ سکوں گی"

ریاض: "قسم لے لو جو ایک لفظ بھی سمجھ میں آیا ہو۔ کیسے دوست۔ کون دوست۔ کس کے دوست"

بیگم: "تمہارے دوست اور کس کے ہوتے۔ آج ہی تشریف لائے ہیں۔ اور گھر بھر کو ہلا دیا ہے۔ رمضانی کو ہنٹروں سے اُڑا دینے کی دھمکیاں کئی مرتبہ دے چکے ہیں۔ مالی کو وہ نکال چکے اتنی ہی دیر میں۔ گلشن کو ایک قیامت برپا کر کے انہوں نے نکالا اور رمضانی بھی جا ہی رہا تھا کہ تم آگئے"

ریاض: "مگر وہ کون دوست ہیں میرے کچھ معلوم تو ہو"

بیگم: "سچ ہے ناک میں دم کر رکھا ہے انڈے چوتھائی اُبالے جائیں مکھن اور ٹوسٹ ہوں۔ چائے کی پیالی میں بالائی آگئی تو پیالی رمضانی کے منہ پر کھینچ ماریں گے۔

گلشن سے نکہ انی ٹوٹ گئی تو ایک قیامت برپا کر کے اسے نکالا اب خبر ملی ہے کہ کھانے میں کوئی چوزہ یا بٹیر وغیرہ ہو"

ریاض "ارے صاحب استغفراللہ۔ آخر وہ ہیں کون بزرگ"

رمضانی "اختر صاحب ان کا نام ہے کانپور سے آئے ہیں"

ریاض "اختر؟ کانپور؟ — کانپور؟ — اختر؟ — یہ کون ہو سکتے ہیں"

بیگم "لو اور سنو۔ اب وہ ایسے ہو گئے کہ یہ بیچارے ان کو پہچان بھی نہیں رہے ہیں"

ریاض "اختر نہیں احسن کہو احسن — وہ آیا ہوگا مردود۔ مگر کیا اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے"

رمضانی "احسن نہیں میاں اختر صاحب ہیں یہ تو۔ لمبا قد۔ داڑھی مونچھ صاف۔ چیچک کے داغ۔ کچھ ٹیڑھا سامنہ"

ریاض "داڑھی مونچھ صاف؟ چیچک کے داغ؟ احسن تو گورا چٹا آدمی ہے"

(اختر کی آواز آتی ہے)

اختر "رمضانی —" بیگم "لو وہ آگئے —"

ریاض "ٹھہرو میں خود جاتا ہوں۔ (جاتا ہے دروازہ کھولکر باہر آتے ہوئے) السلام علیکم"

اختر "جی ہ — کیا مطلب۔ یعنی جناب کی تعریف؟"

ریاض "اس خاکسار کو ریاض احمد کہتے ہیں"

اختر "میرا مطلب یہ ہے کہ ریاض احمد نہیں بلکہ ریاض الحسن کہاں ہیں"

ریاض "ریاض الحسن؟ وہ حیوانات کے ڈاکٹر ریاض الحسن تو نہیں"

اختر "بس۔ بس۔ بالکل وہی"

ریاض "مگر یہ تو ان کا مکان نہیں ہے۔ نہ وہ مالی ان کا تھا جس کو آپ نے نکالا ہے"

نہ وہ طلازمہ ان کی تھی جس کو آپ نے برطرف کیا ہے اور نہ یہ ملازم ان کا ہے جس کو آپ ہنٹر دکھا چکے ہیں کئی بار "

اختر "(ہنس کر) خوب۔ خوب۔ یہ اچھی غلط فہمی رہی مگر آپ ریاض احمد ہوں یا ریاض الحسن دونوں صورتوں میں آپ کے گھر کو ایک شریف آدمی کے ٹھہرنے کے قابل ہونا چاہیئے تھا جو کہ یہ نہیں ہے "

ریاض " میں ممنون ہوں کہ اس کے باوجود آپ نے قیام فرمایا "

اختر " اور آپ ریاض احمد ہوں یا ریاض الحسن دونوں صورتوں میں آپ کے ملازموں کو ایک مہذب آدمی کا ملازم ثابت ہونا چاہیئے تھا جو کہ یہ نہیں ہوئے "

ریاض " آپ کی اس بے تکلفی اور سخت گیری کے باوجود یہ ملازم ایسے ثابت نہ ہوئے "

اختر " ملازم اصل میں اپنے آقا کا پرتو ہوتے ہیں معاف کیجیئے گا مجھے خود آپ میں تہذیب کی کچھ کمی نظر آرہی ہے "

ریاض " یہ تو آپ نے غالب کا شعر پڑھ دیا کہ ؎

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ " یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

اختر " خوب کہا ہے مرزا غالب نے۔ بہرحال ملازم سے کہیئے تانگہ لائے رمضانی (اور بلند آواز سے) رمضانی "